ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ

ایک مظلوم صحابی

تالیف

عداب محمود الحمش

ترجمہ

عقیل احمد حبیب اللہ

ناشر

ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس

11831

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

سلسلۂ اشاعت	:	(٣٦٥)
نام کتاب	:	ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ ایک مظلوم صحابی
تالیف	:	عداب محمود الحمش
ترجمہ	:	عقیل احمد حبیب اللہ
ناشر	:	ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس
اشاعت دوم	:	ذی الحجہ ١٤٢١ھ = مارچ ٢٠٠١ء
مطبع	:	سلفیہ آفسیٹ پریس، وارانسی

پتہ

مکتبہ سلفیہ ، بی ١/١٨ جی، جامعہ سلفیہ مارگ، ریوڑی تالاب
بنارس-٢٢١٠١٠ (الہند)

Maktaba Salafiah, B-18/1 G, Jamiah Salafiah Marg
Reori Talab, Varanasi - 221010 (INDIA)

Marfat.com

فہرست کتاب

عدد شمار	مضامین	صفحہ
۱	عرض ناشر	۵
۲	افتتاحیہ	۹
۳	مقدمہ	۱۱
۴	اس کتاب کا پس منظر	۱۵
۵	اس قصہ کی شہرت واشاعت کے اسباب	۱۹
۶	کیا اس قصہ کے بطلان پر پہلے بھی کوئی متنبہ ہوا؟	۲۱
۷	کتاب لکھنے کے محرکات	۲۳
۸	علمی کتابوں پر موضوع احادیث کے اثرات	۲۶
۹	احادیث موضوعہ، کتب تاریخ وتراجم میں	۲۷
۱۰	احادیث موضوعہ کتب عقائد میں	۳۳
۱۱	احادیث موضوعہ کتب تفسیر میں	۳۵
۱۲	ضعیف اور موضوع احادیث کو روایت کرنے کا حکم	۴۰
۱۳	ثعلبہ بن حاطبؓ کا قصہ۔سیرت مغازی اور تراجم کی کتابوں میں	۴۸
۱۴	حافظ ابن حجر کے ساتھ چند نقاط پر مناقشہ	۵۵
۱۵	ثعلبہ کا قصہ کتب تفسیر میں	۵۹

Marfat.com

عدد شمار	مضامین	صفحہ
۱۶	آلوسی کا کلام متعدد وجوہ سے محل نظر ہے۔	۶۷
۱۷	ثعلبہ کا قصہ کتب روایت میں	۷۳
۱۸	وہ روایات جن میں ثعلبہ وغیرہ کے نام کی صراحت ہے۔	۷۷
۱۹	وہ روایات جن میں ثعلبہ وغیرہ کے نام کی صراحت نہیں ہے۔	۹۹
۲۰	اس قصہ کے متن پر ایک تنقیدی نظر	۱۰۷
۲۱	اس قصہ سے متعلق محدثین اور ناقدین کے اقوال کا خلاصہ	۱۲۰
۲۲	چند دوسرے مظلوم صحابہ کرام	۱۲۳
۲۳	جد بن قیسؓ	۱۲۴
۲۴	معتب بن قشیرؓ	۱۳۵
۲۵	نبتل بن حارثؓ	۱۴۴
۲۶	خاتمہ	۱۴۸
۲۷	فہرست مراجع	۱۵۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين . والصلاة والسلام على رسوله الكريم ، وعلى آله وصحبه أجمعين ، وبعد :

آج سے تقریباً آٹھ سال قبل ۱۹۹۱ء میں جامعہ سلفیہ سے ''ثعلبہ بن حاطبؓ ایک مظلوم صحابی'' نامی کتاب کا اردو ترجمہ شائع ہوا تھا، اب اس کی دوسری اشاعت کا موقع ہے۔ کتاب کے مصنف شیخ عداب محمود الحمش نے اس کتاب کی تصنیف کا جو پس منظر ذکر کیا ہے اس پر توجہ کی ضرورت ہے، موصوف اردن کے شہر ''الزرقاء'' کی ایک مسجد میں ۱۳۹۵ھ میں نماز جمعہ کے لئے گئے، خطبہ جمعہ کا موضوع تھا'' بخل وحرص اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری'' خطیب نے اس ضمن میں ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ پر لعن وطعن کیا، اور کئی مرتبہ انہیں جہنمی قرار دیا۔ موصوف نے خطیب سے حضرت ثعلبہ کے قصہ کی صحت سے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے تفسیر ابن کثیر کا حوالہ دے کر بے توجہی کا مظاہرہ کیا۔

اس کے بعد مصنف نے عمان کے ''صویلح'' نامی شہر کی ایک جامع مسجد کے خطیب کو بھی حضرت ثعلبہ کے خلاف خطبہ میں بولتے ہوئے سنا۔

کم وبیش دو سال بعد مصنف نے کویت کے ''الجہراء'' نامی علاقہ کی ایک مسجد میں خطیب کو جمعہ کے خطبہ میں حضرت ثعلبہ کو مطعون کرتے ہوئے اور جہنمی قرار

Marfat.com

دیتے ہوئے سنا۔

مصنف ۱۴۰۰ھ میں مکہ مکرمہ آئے، اور یہاں جمعہ کی نماز کے لئے ایک مسجد میں گئے، اس مسجد کے خطیب نے بھی حضرت ثعلبہ کے خلاف خطبہ دیا، اور انہیں ایک بے دین شخص کی صورت میں پیش کیا۔

اس بیان کی روشنی میں قابل غور بات یہ ہے کہ ایک بدری صحابی کی تجریح سے متعلق ایک قصہ جو متعدد قدیم و جدید کتب تفسیر و روایت میں مذکور ہے، علمی ترقی اور اشاعت کتب کے اس دور میں لوگوں کی زبان پر ہے، اور خطبۂ جمعہ کے اہم منصب پر فائز حضرات مسجد کے منبر پر اسے بیان کر رہے ہیں، جبکہ یہ قصہ صحت کے معیار پر پورا نہیں اترتا، اور اس کے مضمون سے اسلامی روح اور اسلام کے مقرر کردہ اصول و قواعد کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

"ثعلبہ: ایک مظلوم صحابی" کے مصنفؒ نے اپنی کتاب کے اختتام پر اس موضوع سے متعلق تحقیق کا خلاصہ کل آٹھ نقاط میں ذکر کیا ہے، جن میں بعض یہ ہیں:

۱ — یہ قصہ زمانۂ قدیم سے واعظوں کی زبانوں پر مشہور ہے، اور مفسرین ایک دوسرے سے نقل کر کے بیان کرتے رہے ہیں۔

۲ — یہ قصہ ایسی کمزور اور بے بنیاد سندوں سے وارد ہوا ہے جو ایک دوسری کو تقویت دینے اور تائید کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں، لہذا یہ قصہ منکر ہے، کیونکہ ایک طرف تو اس میں ضعفاء متفرد ہیں، اور دوسری طرف یہ متواتر و صحیح احادیث اور اصول دین کے مخالف بھی ہے۔

Marfat.com

۳ ــــ کتب عقائد، تفسیر، قصص قرآن، اسباب نزول، احکام، سیرت، مغازی اور تراجم میں کسی حدیث کا وجود اس کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔

۴ ــــ زمانۂ قدیم وجدید میں جمہور حفاظ ومحدثین نے ثعلبہ کے گڑھے ہوئے قصہ پر باطل، ضعیف اور منکر ہونے کا حکم لگایا ہے، جبکہ کسی محدث نے اس کی تصحیح نہیں کی ہے، اور مفسرین میں جنہوں نے اس کی تصحیح کی ہے ان کا قول معتبر نہیں۔

۵ ــــ ثعلبہ بن حاطب، جد بن قیس اور معتب بن قشیر، رضی اللہ عنہم، صحابی اور مسلمان ہیں، محض کسی شبہ اور معصیت کی بنیاد پر ان میں سے کسی پر نفاق کا حکم لگانا جائز نہیں ہے، اسی طرح صحابہ میں سے کسی کو اسلام سے خارج کرنا جائز نہیں جب تک کوئی ایسی صریح دلیل موجود نہ ہو جو عذر ختم کر کے اللہ کے سامنے بری الذمہ کر دے۔

سورہ توبہ کی آیات (۷۵، ۷۶، ۷۷) کی شان نزول میں ثعلبہ کے قصہ کو ذکر کیا جاتا ہے، لیکن اس کی صحت ثابت نہیں، کسی واقعہ یا کسی بات کا محض کہیں مذکور ہو جانا اس کی صحت کی دلیل نہیں ہے، بلکہ کتب تفسیر وحدیث میں بھی منقول ہونے سے صحت لازم نہیں، علماء فن نے کتابوں کے احکام وخصائص بیان کرتے ہوئے اس بات کو واضح کیا ہے کہ کس کتاب اور مصنف نے صحت کا التزام کیا ہے، اور کس کے یہاں یہ التزام نہیں، لہذا استفید ہونے والے کے لئے اس فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔

تنہا یہ واقعہ حدیث نبوی میں صحت کے اہتمام کی ضرورت وافادیت واضح کرنے کے لئے کافی ہے، مگر کچھ لوگ اس مسئلہ میں اصول حدیث سے ہٹ کر عجیب رائے

Marfat.com

رکھتے اور اپنی اس غلط رائے کی بنیاد پر اصول حدیث کی پابندی کرنے والوں پر طنز و طعن کرتے ہیں، اس کی ایک مثال فروری ۹۹ء کے ماہنامہ افکار ملی (دہلی) میں شائع ہونے والا مولانا عبداللہ طارق کا ایک مضمون ہے جس کی تجریحی انداز کی سرخی یوں ہے: "فتنۂ انکار حدیث اپنے نئے چولے میں"!

اس تجریحی مضمون پر محدث کے ۹۹ء کے بعض شماروں میں ہمارا نقطۂ نظر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، اس عرض ناشر میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

اختتام پر دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف، مترجم اور ناشرین کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور کتاب سے قارئین کو بیش از بیش فائدہ پہنچائے، آمین، والحمد للہ رب العالمین۔

(مقتدی حسن ازہری)

جامعہ سلفیہ، بنارس

۸/رجب ۱۴۲۰ھ

Marfat.com

افتتاحیہ

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له واشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله .

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا ، يصلح لكم اعمالكم ويغفرلكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما .(۱)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور بات کہو تو سیدھی اور پختہ، وہ تمہارے اعمال کو سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ عظیم الشان کامیابی حاصل کرتا ہے۔

يا ايها الذين امنوا ان جاءكم فاسق بنبأ فتبينوا ان تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين . (۲)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق وبدکار شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے تحقیق کرلیا کرو کہ نادانی سے کسی قوم پر نہ جا پڑو، پھر جو کچھ کر چکے اس پر نادم ہونا پڑے۔

انما يفترى الكذب الذين لا يومنون بايات الله و اولئك هم الكاذبون . (۳)

افتراء تو وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے اور یہی لوگ

(۱) سورۂ احزاب: ۷۱ (۲) سورۂ حجرات: ۶ (۳) سورہ نحل: ۱۰۵

Marfat.com

جھوٹے بھی ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" إن افری الفری من قولنی ما لم اقل " (۱)

سب سے بڑی تہمت یہ ہے کہ کوئی شخص میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی ہے۔

الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم غرضا بعدی من احبهم فبحبی أحبهم ومن ابغضهم فبغضی ابغضهم ، ومن اذاهم فقد اذانی ، ومن اذانی فقد اذی الله ومن اذی الله یوشك أن یأخذه . (۲)

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی تو مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی تو مجھ سے دشمنی کی وجہ سے ان دشمنی کی، جس نے ان کو ایذا دی، اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے کہ وہ اس کو گرفت کرے۔

ان الله اطلع علی اهل بدر فقال : افعلوا ما شئتم فقد غفرت لکم .(۳)

بیشک اللہ تعالی نے (عرش پر سے) بدر والوں کو دیکھا اور فرمایا اب تم جو چاہو کرو میں تم کو بخش چکا۔

☼☼☼

(۱) امام شافعی نے اس الرسالہ ص ۳۹۵ میں روایت کیا ہے اور یہاں الفاظ اسی کے ہیں اور امام احمد نے مسند ۴/۱۰۷ میں، امام بخاری نے اسی کے مثل مناقب رقم ۳۵۰۹ میں، سب نے واثلہ بن اسقع سے مرفوعا روایت کی ہے۔

(۲) امام احمد نے اسے مسند ۴/۸۷ اور فضائل صحابہ رقم (۱) میں اور ترمذی نے مناقب باب فیمن سب اصحاب النبی ﷺ رقم ۳۸۶۲ میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف اسی طریقہ سے جانتے ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، جسے امام احمد کی فضائل صحابہ (۱، ۲، ۳، ۴) میں دیکھا جا سکتا ہے، لیکن اس میں کوئی بھی سند مقال سے خالی نہیں ہے۔ تاہم حدیث اپنے ضعف کے باوجود ان جیسی جگہوں میں صالح اور حجت ہے، جہاں ایسے عام شواہد کی کثرت ہو جن میں صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر کا حکم ہو۔

(۳) امام بخاری نے اسے مغازی باب غزوۃ الفتح رقم ۴۲۷۴ میں اور امام مسلم نے فضائل اہل بدر رقم ۲۴۹۵ میں

Marfat.com

مقدمہ طبع ثانی

ایسے وقت میں جب کہ تصورات و مفاہیم خلط ملط ہوں اور ایسے افکار ابھر کر سامنے آرہے ہوں جو اس دین کی روح کے لیے اجنبی اور غیر مانوس ہوں، کسی بھی شخص کے لیے دشوار ہے کہ وہ اپنے مواضع قدم کی تحدید کرے اور لوگوں کو جو چاہے راہ دکھلائے۔

اور ان نامسعود ایام میں انتہائی مشکل ہے کہ مسلمان اہل قلم قیود کی پابندی کریں یا مسلمانوں کے مشترکہ مقصد کے لیے اپنی طاقت کا دھارا ایک جانب موڑیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قلم کار، متعدد نظریات کے حامل اور مختلف ماحول سے تعلق رکھتے ہیں نیز ان کے مقاصد بھی متضاد ہیں۔

مزید برآں یہ کہ مصنفین کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جس نے تصنیف و تالیف کو پیشہ بنا لیا ہے اور ان کا سب سے اہم مقصد یکے بعد دیگرے کتابیں، اور مقالات شائع کرانا ہے۔

چند محدود موضوعات ایسے ہیں جن پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، کتنے متاخرین ہیں جو متقدمین اور معاصرین کے آثار کا سرقہ کرتے ہیں، کیونکہ یہ نہیں چاہتے کہ ان کو چھوڑ کر فضائل ان کی طرف منسوب کیے جائیں، یا ایسا اس وجہ سے ہے کہ ان کو اس بات پر چڑ ہے کہ اس طویل موضوع پر متقدمین یا معاصرین کے پاس کوئی قابل ذکر و مقبول کتاب ہو۔

ایک موضوع پر متعدد کتابوں کا وجود میرے نزدیک عیب نہیں ہے، بلکہ اس سے موضوع مالا مال ہوتا ہے اور اسے وسعت و کشادگی ملتی ہے۔ عیب تو یہ ہے کہ

Marfat.com

آپ ایک ہی موضوع کی متعدد کتابوں کو دیکھیں گے کہ وہ سوائے مقدمے، خاتمے اور چند سطحی مباحث کے، ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہوتی ہیں اور بسا اوقات یہ صرف ترتیب اور پیش کرنے کے اسلوب میں ہی مختلف ہوتی ہیں۔

ان مصنفین میں سے بیشتر کا گمان ہے کہ جو کچھ متقدمین نے لکھ دیا ہے وہ حرف آخر ہے، اب ان کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ ان کے اقوال و آراء سے واقف ہو کر انہیں اپنی تالیفات میں شامل کرلیں اور ان سے اوراق سیاہ کرلیں تاکہ یہ شرعی دلیلیں بن جائیں۔

لیکن محقق کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ علمی طریقۂ تحقیق اپنائے، موضوع کا پورا احاطہ اور استقراء کرے، ادلہ علمیہ پر اعتماد کرے، لوگوں کی آراء و اقوال کا محاکمہ کرے، انہیں حق تک پہنچائے، کسی کی تحقیر نہ کرے اور نہ اہل علم کے سامنے فخر و تکبر سے سربلند کرے۔

اگر وہ یہ اسلوب اختیار کرے اور اس طریقۂ کار کو اپنائے تو پھر اس کے بعد اس پر کوئی مواخذہ نہیں، خواہ بعض مباحث میں اس سے غلطیاں سرزد ہو جائیں اور کچھ علمی مسائل میں وہ متردد ہی کیوں نہ رہے، اس لیے کہ جب تک وہ صحیح طریقہ پر چلے گا اور اقوال و افعال میں اللہ تعالی کی خوشنودی اس کے پیش نظر ہو گی تو ان شاء اللہ وہ حق تک ضرور رسائی حاصل کرلے گا۔

بہتر ہو گا کہ ہم اس مقدمہ میں اس بات کی یاددہانی کرادیں کہ اسلام اللہ تعالی کا دین ہے اور یہ محال ہے کہ کوئی عالم دین الٰہی کا اس طرح احاطہ کر سکے کہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ یا اہل علم کے بیشتر اجتہادات و نقد میں سے کوئی چیز اس کی فہم و ادراک سے باہر نہ ہو۔

شرعی موضوعات کی کثرت ہے اور ہر فرعی مسئلہ پر چھوٹی یا بڑی ایک مستقل بحث لکھی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

کچھ مقالے ایسے ہوتے ہیں جو اول وہلہ میں تو ثانوی درجے کے معلوم ہوتے ہیں، لیکن ان پر علمی نظر، ان غلطیوں کی نشاندہی کرسکتی ہے، جو ممکن ہے وقوع پذیر ہوتیں اگر یہ مقالے مکمل ہو کر لوگوں تک نہ پہونچتے۔

ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے قصہ پر مشتمل یہ کتاب بھی ذہن میں وہی سوال پیدا کرتی ہے، لیکن اس کا صحیح جواب کتاب کے پڑھنے اور اس کے مباحث ومسائل کی تحقیق کے بعد مل جائے گا۔

اس کتاب میں میں نے کوشش کی ہے کہ محترم قاری کی رہنمائی ان مسلمہ اصولوں کی طرف کروں جنہیں وہ اپنی علمی زندگی میں اور تراث اسلامی اور علمی و فکری کتابوں کے ساتھ اپنے برتاؤ نیز آثار سلف اور اہل علم کے اقوال کو کس نگاہ سے دیکھے، ان جیسے امور میں انہیں فیصل بنائے۔

نیز میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ برتاؤں کی نوعیت کے لیے ایک عام منہج کے خدوخال وضع کرنے کی کوشش کی ہے اور میں نے "ثعلبہ بن حاطب" نامی کتاب کو اپنے اسی عمل کا میدان بنایا ہے، کیونکہ صحابہ کرام کے ساتھ برتاؤ ہی شریعت کے حوض اور اس کے وسیع وعریض میدان میں داخلہ کے لیے پہلا زینہ ہے۔

اگر اس کتاب میں ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا صرف دفاع ہوتا، جو کہ کسی بھی خطیب واعظ اور معاصر قلمکار سے محفوظ نہ رہے، جس نے حرص و بخل، اللہ تعالی کی نعمتوں کی ناقدری اور انکار زکوۃ کو موضوع بنایا ہو، تو بھی کافی ہوتا۔

لہذا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ اور اسی طرح طلحہ بن عبید اللہ، معتب بن قشیر اور نبتل بن حارث وغیرہ کے باطل قصے جو کہ قرآن کریم کی تفسیر، سیرت نبویہ اور تاریخ صحابہ کے ساتھ چسپاں کردیے گئے ہیں، فکر اسلامی اور اخلاق وتربیت پر ان کے انتہائی برے اثرات مرتب ہوئے ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ ان میں تاریخ کے ساتھ مغالطہ اور ہمارے سلف صالح کی قربانیوں، ان کے جہاد اور ان کی

Marfat.com

نوازشوں کے سلسلے میں ان کی ناقدری ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کتاب کے اس ایڈیشن کو سابقہ ایڈیشن سے زیادہ نفع بخش بنائے اور میرے اعمال کو خالص اپنی رضا کے لیے کر دے، وہ اس کا ولی اور اس پر قادر ہے، وہ میرے لیے کافی ہے، کتنا اچھا وہ کارساز ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

مكة المكرمة

یکم محرم ۱۴۰۶ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثعلبہ بن حاطب رضؓ ایک مظلوم صحابی

اس کتاب کا پس منظر

مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ کب مجھے علم ہوا کہ ثعلبہ بن حاطب رضؓ کا قصہ باطل ہے البتہ جو بات یقینی طور پر یاد ہے، وہ یہ کہ ۱۳۹۵ھ کے ماہ رجب کے تیسرے ہفتہ میں اردن کے شہر ''الزرقاء'' کی ایک جامع مسجد کے خطبہ جمعہ میں حاضر ہوا، خطبہ کا موضوع تھا ''بخل و حرص اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری''۔

خطیب صاحب نے متعدد مرتبہ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ پر لعنت وملامت کی اور کئی بار انہیں جہنم رسید کیا۔

نماز جمعہ سے فراغت کے بعد، مسجد کے صحن میں میں ان سے تنہائی میں ملا اور خطبہ میں پیش کی گئی مفید باتوں پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے بعد عرض کیا کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ باطل ہے۔ منبروں پر اس کا ذکر کرنا، اسی وقت جائز ہے، جب اس سے مقصود لوگوں کو اس کے بطلان پر متنبہ کرنا ہو اور یہ بھی جائز نہیں کہ آپ ایک جلیل القدر صحابی پر اس جیسے قصہ کی بنیاد پر لعن طعن کریں۔ اس دن تو مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں۔

لیکن خطیب صاحب نے اللہ انہیں معاف کریں مجھے طفل مکتب سمجھا، اور غضبناک ہو کر بتایا کہ اس قصہ کے سلسلے میں انہوں نے تفسیر ابن کثیر کی طرف رجوع کیا ہے اور جو کچھ کہا ہے، اس پر اعتماد کر کے کہا ہے، گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہوں کہ پھر تم کون ہوتے ہو؟

ایک مرتبہ میں نے عمان کا سفر کیا اور ایک جید عالم کا مہمان بنا، ان کے ساتھ ''صویلح'' شہر کی ایک جامع مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا۔ یہاں بھی خطیب نے ثعلبہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کے متعلق وہی اسلوب اختیار کیا جو زرقاء شہر کے خطیب نے اپنایا تھا۔ یہ سن کر مجھے طیش آیا اور چاہا کہ خطیب کی بات کی تردید کروں مگر میرے فاضل دوست نے مجھے خاموش رہنے کی تاکید کی اور کہا کہ بہت سی کتب تفسیر میں یہ قصہ مذکور ہے، تم ذرا توقف کرو تاکہ ہم اس مسئلہ میں اچھی طرح غور و فکر اور تحقیق کر لیں، پھر خطیب سے گفتگو کریں گے۔

نماز جمعہ کے بعد ہم ایک عالم سے ملاقات کے لیے گئے، وہاں پر میرے فاضل دوست نے یہ مسئلہ چھیڑا، تھوڑی سی بحث و تمحیص کے بعد ہم نے کتب تفسیر میں سے طبری، قرطبی اور ابن کثیر کا مراجعہ کیا تو اس سے اس قصہ پر کیے گئے نقد واعتراض سے متعلق میری معلومات میں اضافہ ہوا، تاہم قرطبی نے جو کچھ کہا ہے وہ تشفی بخش نہیں ہے۔ کیوں کہ ابن جریر اور ابن کثیر اس موقع پر خاموش ہیں۔

اس کے بعد جب ہم نے "الاستیعاب"، "اسد الغابہ" اور "الاصابہ" میں ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ دیکھا تو ہم سب کے نزدیک یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا قصہ صحیح نہیں ہے، تاہم میرے دونوں فاضل دوستوں نے اس قصہ کے باطل اور منکر ہونے پر میری موافقت اور تائید نہیں کی، محض اس کی تضعیف پر اکتفا کیا، لیکن کیا ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث سے استشہاد کیا جا سکتا ہے؟

جب میں نے صحابیت کے مسئلہ کو اٹھایا اور انہیں بتایا کہ وہ بدری صحابی ہیں اور بعض مصادر کے مطابق غزوۂ احد میں شہید ہوئے ہیں نیز میں نے اس بات کا انکار کیا کہ کسی صحابی کی طرف اس قسم کی کوئی بات منسوب کی جائے تو ان دونوں حضرات نے اس کا اعتراف کر لیا اور میرا خیال ہے کہ بعد میں ان دونوں خطباء کو اس غلطی پر متنبہ کر دیا گیا ہے۔

اس واقعہ کے کم و بیش دو سال بعد کویت کے شہر "الجہراء" میں ایک خطبہ میں حاضر ہوا جہاں خطیب صاحب حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ پر خوب لعن طعن کر

Marfat.com

رہے تھے، غصہ سے ان کا چہرہ کبھی سرخ اور کبھی سیاہ ہو جاتا اور یہ جملہ " فنافق فالقی فی النار " (اس نے منافقت کی تو اسے جہنم میں ڈال دیا گیا۔) کہے جا رہے تھے۔

نماز ختم ہونے پر میں نے ان سے گفتگو کی اجازت طلب کی، چنانچہ اجازت مل جانے کے بعد پہلے میں نے خطبہ کی مفید باتوں کی تعریف و توصیف کی پھر ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق انہوں نے جو کچھ بیان کیا تھا، اس کی تردید شروع کی، اثناء گفتگو میں میں نے ان کو معذور پایا اور عمان کی محفل میں مجھے جو معلومات ہوئی تھیں وہ سب ان کے گوش گزار کر دیں۔

لیکن ان سب باتوں کو سن کر خطیب صاحب کو غصہ آ گیا اور وہاں کے مشائخ کو میرے خلاف برانگیختہ کیا اور یہ تہمت بھی لگائی کہ میں ان کے خلاف لوگوں کو اکسا رہا ہوں، اور ان کی روزی روٹی کے ذریعہ کو ختم کرنے کے درپے ہوں جب کہ وہ کئی بچوں کے باپ اور ایک خاندان کے کفیل ہیں۔

اس کے بعد میں نے ثعلبہؓ کے قصہ سے متعلق ایک مقالہ لکھ کر بذریعہ ڈاک مجلّہ " المجتمع " کو روانہ کیا تاہم اسے شائع نہیں کیا گیا، پھر میں کویت سے مکہ مکرمہ چلا آیا۔

۱۴۰۰ھ میں مکہ کی ایک مسجد میں جمعہ کے لئے گیا، جہاں ایک شعلہ بیان خطیب نے اپنے خطبہ میں ثعلبہ رضی اللہ کو انتہائی مسحور کن الفاظ سے ذکر کیا اور اپنے طرز بیان سے ان کو ایک ایسے گھٹیا اور بے دین شخص کے روپ میں ظاہر کیا جو اخلاق و وفا کے معمولی قوانین سے بھی نابلد ہو۔

نماز جمعہ کے بعد جب میں نے اس سلسلے میں ان سے گفتگو کی انتہائی ادب کے ساتھ انہوں نے مجھ سے معذرت کی اور بتایا کہ انہوں نے تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں اس قصہ کو پڑھا تھا، پھر انہوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ جمعہ میں وہ اس کی تصحیح کر دیں گے۔

مسلسل کئی جمعے گزرنے کے بعد ایک جمعہ میں موصوف نے پھر اسی موضوع

Marfat.com

کو چھیڑا لیکن پہلے سے زیادہ سخت اور توہین آمیز انداز میں۔ اور یہ اشارہ کیا کہ ابن کثیر، طبری، بیضاوی اور نسفی جیسے مفسرین نے اس قصہ کو ذکر کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔ گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہوں کہ ان جیسے اہل علم کے بعد پھر کس کا اعتبار؟

چنانچہ اسی دن میں عزم مصمم کر لیا اور مقالہ کی تیاری شروع کر دی۔ اور آخر کار میری کوشش بار آور ہوئی اور اس کے نتیجے میں یہ کتاب (ثعلبہ بن حاطب الصحابی المفتری علیہ) منصۂ شہود پر آئی۔

اللہ کے فضل و کرم سے رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کے مقدس مہینہ کی شب قدر میں یہ کام اپنے پایۂ تکمیل کو پہونچا۔

Marfat.com

اس قصہ کی شہرت واشاعت کے اسباب

اس قصہ کے رواج پانے کے متعدد قوی اسباب ہیں، جنہیں اختصار کے ساتھ ہم ذیل میں بیان کر رہے ہیں۔

۱- اس قصہ کو دلچسپ افسانوی قالب میں ڈھال کر بیان کیا گیا، جس سے یہ قصہ لوگوں کے ذہن نشین ہونے میں مددگار ثابت ہوا۔ خصوصا جبکہ اس میں کامیاب افسانے کی بنیادی عناصر موجود ہیں اور لوگوں کے بعض تجربات وواقعات اس کی تائید بھی کرتے ہیں اور دلوں میں اس کی اثر پذیری اور زبانوں پر اس کی تکرار کے لیے قوت فراہم کرتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عجیب وغریب چیزوں سے محبت اور انسیت رکھتے ہیں اور خیالی باتوں کو پسند کرتے ہیں، زیر بحث قصہ اور اس جیسی کہانیوں میں کچھ باتیں ایسی ہیں جو ان کی خواہشات کی تکمیل کرتی ہیں، اور محرومیوں پر صبر وتسلی کی تلقین کرنے کے ساتھ قناعت پر راغب کرتی ہیں۔ اس قصہ میں مکمل طور پر کوئی ایسی بات نہیں ہے جو نفاق وارتداد سے ہم کنار کرنے والی ہو۔

۲- بہت سے معروف مصنفین نے اپنی کتابوں میں یہ قصہ بطور استدلال ذکر کیا ہے اور اس میں مذکورہ مسائل سے استشہاد کیا ہے۔

چنانچہ امام غزالی نے بھی اس قصہ کو اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب اچھی شہرت کی حامل اور وسیع حلقوں میں معروف ہے، نیز بہت سے اہل علم کے نزدیک معتبر، اور عابدوں اور زاہدوں کے نزدیک سند ہے، خصوصا ان صوفیاء کے یہاں جنہیں زہد وتصوف کی زندگی گزارنے میں لطف اور سکون وآرام ملتا

Marfat.com

ہے۔ یہی لوگ ہیں جن کو عجائب و غرائب سے بہت زیادہ محبت ہے، خاص طور پر ان عجیب قصوں سے جن کا تعلق ترغیب و ترہیب سے ہو۔

اور یہ بات فطری ہو گی کہ اس جیسا عجیب قصہ اکثر قارئین کو ذہن نشین ہو جائے اور پھر وہ دوسروں سے اسے بیان کریں اور اس طرح یہ عام ہو جائے۔

حافظ عراقی نے اسی حقیقت کے پیش نظر، ان احادیث کی تخریج کا عزم کیا، جو غزالی نے "الاحیاء" میں ذکر کی تھیں۔

چنانچہ انہوں نے سیکڑوں بے بنیاد، ضعیف اور موضوع حدیثوں کو بے نقاب کر کے اس کتاب اور اس کے قارئین کی زبردست خدمات انجام دی ہیں اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

۳- خطباء اور واعظین دروس کے حلقوں میں اور مساجد کے منبروں پر اس قصہ کو متواتر بیان کرتے رہتے ہیں جہاں کہ مصلیان کا جم غفیر ہوتا ہے۔

جب کسی خطیب یا واعظ کا مقصد بخل اور اس کے عواقب سے ڈرانا ہو زکوۃ کی ادائیگی کی اہمیت اور زکوۃ نہ دینے والوں کے گناہ اور عذاب کو بیان کرنا ہو، یا دنیا سے متنفر کرنا اور اس کی شہوات اور وقتی لذات کی حرص سے لوگوں کو دور رکھنا ہو، یا کسی متکبر مالدار کی مذمت کرنی ہو تو انہیں اس کے علاوہ دوسرا کوئی قصہ نہیں ملتا جو مطلوبہ غرض پوری کرے۔

۴- اور غالباً اس قصہ کے شائع اور عام ہونے کا سب سے اہم سبب یہ ہیکہ اسے اللہ تعالی کے اس قول (ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله لنصدقن) کے سبب نزول کے طور پر اکثر ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ اس قصہ کو اکثر مفسرین نے مذکورہ آیت کا سبب نزول گردانا ہے اور یہ بات قصہ کو ایک امتیازی حیثیت اور وثوق کا درجہ عطا کرتی ہے، اس لیے کہ مسلمانوں کے دلوں میں کتب تفسیر کی بڑی قدر و منزلت ہے۔

۞۞۞

Marfat.com

کیااس قصہ کے بطلان پر پہلے بھی کوئی متنبہ ہوا؟

بعض حضرات کو میرے اس قول (میرا یہ مقالہ اس موضوع پر لکھا جانے والا سب سے پہلا مقالہ شمار ہوگا) سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں ہی پہلا وہ شخص ہوں جسے ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے قصہ کے باطل ہونے کا علم ہوا۔

معاذ اللہ اگر میں اس قسم کا کوئی دعوی کروں اور بھلا کیوں کر میں ایسی چیز کا دعوی کر سکتا ہوں، جس کی تکذیب امر واقعہ سے ہو رہی ہے، اور جس کے بطلان پر خود میری کتاب کی نصوص شاہد ہیں۔

کتاب سے متعلق اپنا قصہ میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں، میرا خیال ہے کہ ۱۳۹۰ھ میں دمشق کے کلیۃ الشریعہ میں اپنے داخلہ سے پہلے مجھے اس قصہ کے باطل ہونے کا علم نہیں تھا، غالب گمان یہ ہے کہ جامعہ میں ہی اپنے کسی استاد کی بدولت اس قصہ کے ضعف سے واقف ہوا۔

ابن عربی وغیرہ کے بیان کے مطابق یہ قصہ اسلام کے ابتدائی زمانوں سے ہی مشہور و معروف ہے۔

چنانچہ اسے طبری، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے بیان کیا ہے جو چوتھی صدی ہجری کے ممتاز علماء میں سے ہیں، اور تقریباً مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ اس کے بطلان کو جانتے تھے، کیونکہ یہ حضرات علماء جرح و تعدیل میں سے ہیں، روایات کو پرکھنے میں ان کے اقوال پر اعتماد کیا جاتا ہے لیکن ان کے اقوال پر ہمارے مطلع نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حقیقت میں ان کا وجود ہی نہیں ہے۔

پھر امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اسے روایت کرنے کے بعد اس کے ضعف پر متنبہ کیا ہے، اسی طرح ابن حزم، ابن عبد البر اور ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں، حافظ

Marfat.com

ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اور حافظ ابن حجر نے اپنی کتابوں کے متعدد مقامات میں اس کے بطلان پر تنبیہ کی ہے، نیز سیوطی اور ان کے علاوہ بہت سے متقدمین اور متاخرین علماء نے اپنی تالیفات میں اس قصہ کے باطل اور ناقابل اعتبار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بہت سے معاصر اہل علم بھی اس پر متنبہ ہو چکے ہیں، جن میں علامۂ مصر شیخ احمد محمد شاکر، جنہوں نے تفسیر طبری پر اپنی تعلیق میں اس پر تنبیہ کی ہے۔

اور ایسے ہی اس فن شریف کے میرے استاد علامہ محدث حافظ التجانی مصری نیز محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی بھی اس پر متنبہ ہوئے اور "ضعیف الجامع الصغیر" میں اس کے بطلان کی نشاندہی کی ہے۔

شیخ مقبل بن ہادی الوادعی نے جب "الصحیح المسند من اسباب النزول" نامی کتاب تالیف کی تو انہوں نے بھی اس قصہ کے بطلان پر آگاہ کیا۔

زیادہ سے زیادہ جو کام میں نے کیا ہے، جسے میرے علاوہ کسی اور نے نہیں کیا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے متقدمین علماء کے اقوال جمع کر دیے ہیں اور اپنے علم و استطاعت کے بقدر اس قصہ کی تمام روایات اکٹھا کر کے ان کی اسانید کی چھان بین اور ان کے متون پر بحث کی ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں میں نے متقدمین اور معاصرین کے علم اور ان کے مساعی سے استفادہ کیا ہے۔

لہٰذا ان تمام حضرات کے لیے میری طرف سے پر خلوص ہدیۂ تشکر وامتنان، اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو ان کی خدمات کا اچھا بدلہ دے۔

☼☼☼

111831

Marfat.com

کتاب کی تالیف کے محرکات

کچھ ایسے اسباب و محرکات تھے جن کی وجہ سے میں نے اس کتاب کو پہلی فرصت میں لکھنا ضروری سمجھا، ان میں سے چند محرکات یہ ہیں:

۱- خطباء اور واعظین، بلکہ بہت سے علماء کی زبانوں پر اس قصہ کا متواتر ذکر اور اس انداز سے اسے بیان کرنا، گویا کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض حضرات تو اس کے تجزیے میں عجیب انداز اختیار کرتے ہیں، اور کچھ لوگ اس سے احکام تربیت اور عجیب و غریب فلسفوں کا استنباط بھی کرتے ہیں۔

ان سب کا نتیجہ یہ نکلا کہ عام لوگوں کو یہ واقعہ متواتر سن کر بالکل ازبر اور پوری طرح ذہن نشین ہو گیا، اور ان کے نزدیک اس میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا کہ ثعلبہؓ بن حاطب کا نام مسلمانوں کی تاریخ میں ایک انتہائی سرکش منافق، بدترین حریص اور لالچی شخص کی علامت ہے۔

اور حد تو یہ ہے کہ بعض معاصر مصنفین (۱) نے اس جلیل القدر صحابی کو مبغوض مادی بھوک کے لیے ایک شعار بنالیا ہے، نہ ان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک بدری صحابی کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں اور نہ اس کا شعور کہ وہ اپنی اس حرکت سے اسلام کی ایک اہم بنیاد نیست و نابود کر رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ منکرین زکوٰۃ کو اس کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے گا، اگرچہ اس کے لیے ان سے جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔

۲- اس بات پر متنبہ کرنا کہ تمام کتب تفسیر (۲) صحیح قصہ کے لیے قابل

---

(۱) المنافقون کما یصورھم القرآن الکریم ص ۱۰۴-۱۱۰ از ڈاکٹر محمد جمیل غازی

(۲) اس سے ان کتب احادیث میں موجود کتاب التفسیر مستثنیٰ ہیں جن کے مولفین نے صحت کی شرط لگائی ہے

Marfat.com

وثوق مصدر، اسی وقت ہوں گی جب کہ مفسر یہ وضاحت کرے کہ فلاں محدث نے یہ قصہ روایت کیا ہے اور اس پر صحت کا حکم لگایا ہے، یا محققین علماء و محدثین نے اس کی صراحت کی ہو، اس سے مقصود اس بات کا تیقن کرنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ واقعہ رونما ہوا ہے، کیونکہ اس کے ثبوت پر کچھ ایسے شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں جو اس قصہ سے متنبط ہوتے ہیں۔

کتب تفسیر خصوصا جو معتبر ہیں، ان میں اس جیسے قصہ کا وجود، قارئین کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرتا ہے کہ قصہ صحیح ہے۔ چنانچہ متعدد عماء اور جامعات کے اساتذہ تک نے کہا کہ یہ قصہ تفسیر ابن کثیر میں موجود نہیں ہے۔ ابن کثیر نے اسے ذکر کر کے اس پر کوئی تعلیق نہیں لگائی، کیا ابن کثیر کو اس قصہ کے باطل ہونے کا علم نہیں تھا اور اگر اس کا علم تھا تو اسے کیوں اپنی تفسیر میں ذکر کیا؟

لہذا یہ ضروری ہو گیا کہ لوگوں کو متنبہ کیا جائے اور اس قصہ کے ضعف اور بطلان کو لازمی طور پر بیان کیا جائے تاکہ کوئی ہمارے خلاف یہ دلیل نہ پیش کرے کہ اسے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

۳- رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا دفاع کرنا ان کی عدالت و ثقاہت کو ثابت و مؤکد کرنا اور ان کی قدر و منزلت کو سراہنا، خصوصا جب کہ وہ خلفاء راشدین، عشرۂ مبشرہ، سابقین اولین، اہل بدر یا بیعت رضوان میں شرکت کرنے والوں میں سے ہوں۔ جنہیں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بشارت و خوشخبری کا شرف حاصل ہوا ہے۔

کسی پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اہل بدر کی فضیلت کے بارے میں بیشمار حدیثیں وارد ہوئی ہیں، ان میں چند احادیث ہم بعد میں بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

چونکہ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ تمام سیرت نگاروں، مورخین اور سوانح نگاروں کے نزدیک بالاتفاق بدری صحابی ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ان کی قدر و منزلت یاد دلائی جائے اور ان کی عزت و آبرو اور دین کا دفاع کیا جائے۔

Marfat.com

۴۔ مسلمانوں کو اس بات کی یقین دہانی کرانا کہ وہ اپنی زبانوں کی حفاظت کریں اور اپنی عبارتوں پر روک لگائیں تاکہ محض شبہ کی بنیاد پر کسی کی تکفیر و تفسیق سے بچ جائیں۔ ایسا کرنا جب عام مسلمانوں کے مابین جائز نہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں احتیاط برتنا بدرجۂ اولی ہے۔

جو لوگ رسول اللہ کے صحابہ کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلاتے ہیں اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، وہ روافض، خوارج اور زنادقہ جیسے گمراہ فرقے ہیں۔

رہے اہلسنت، تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو قطعی طور پر ثقہ قرار دیا ہے اور جو کچھ ان کے مابین واقع ہوا، اس پر مکمل سکوت اختیار کیا ہے۔

اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ صحابۂ کرام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے سے مقصود دین پر اعتماد کو متزلزل کرنا اس کی بنیاد کھوکھلی کرنا اور اسے جڑ سے اکھیڑنا ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہی اس دین کے حاملین اور ہم تک اسے پہونچانے والے ہیں۔

طعن و تشنیع کے سلسلے میں کسی بھی صحابی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کسی کے خلاف اس قسم کی جرأت کرنا تمام صحابہ پر طعن کو مباح قرار دینے کا دروازہ کھولنا ہے اور یہ اللہ تعالی کے دین کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔

☼☼☼

Marfat.com

علمی کتابوں پر موضوع احادیث کا اثر

موضوع احادیث وقصص کا امت مسلمہ پر انتہائی برا اثر مرتب ہوا ہے اور غالباان موضوع احادیث نے سب سے برا اثر ڈالا، جن کا تعلق عقائد اور عبادات سے ہے کیونکہ ان احادیث نے امت کو کچھ ایسے عقائد دیے، جن کا شریعت اسلامیہ میں وجود نہیں ہے اور بہت سے ایسے اوہام وخرافات کا شکار بنادیا، جن کی تحصیل وترویج میں میں لوگ باہم مقابلہ آرائی کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ ان امور میں سے ہیں جن کے کرنے کی اجازت نہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دی ہے اور نہ اس کا حکم نبی ﷺ نے دیا ہے۔

کتب عقائد پر ان موضوع احادیث کا بہت ہی منفی اثر پڑا، بعض مؤلفین نے عقیدہ کے باب میں، باطل احادیث داخل کردیں اور بعد میں آنے والے ان کے متبعین اوران کے مکتب فکر کے مؤیدین نے ان پر اعتماد کرلیا۔

اسی طرح فقہ، اصول، حدیث، تفسیر، تاریخ اور مختلف اسلامی فنون کی بعض کتابیں بھی اس اثر سے نہ بچ سکیں۔

اس کتاب میں میرے پیش نظر وہ چیزیں ہوں گی، جو عقائد، تفسیر تاریخ اور تراجم سے متعلق ہیں، کیونکہ ان مباحث کا براہ راست تعلق ہماری کتاب (١) کے موضوع سے ہے۔

(١) محقق نہاد عبدالحلیم عبید نے اپنے ایم،اے، کے مقالہ ''الوضع فی الحدیث وآثارہ السیئہ علی الأمة'' ص ٣٨٨-٤٠٤ میں کتب علوم میں وضع حدیث کے برے اثرات کے متعلق ایک طویل فصل قائم کی ہے، جس میں موصوف نے عام کتب علوم میں وضع کے اثرات پر کلام کیا ہے، جہاں میں اس مقالہ کی کوئی عبارت نقل کروں گا، اس کی طرف اشارہ کردونگا۔

Marfat.com

احادیث موضوعہ کتب تاریخ وتراجم میں

تاریخ اور تراجم وغیرہ کی کتابوں نے مشترکہ طور پر کچھ ایسی موضوع حکایات اور من گھڑت قصے نقل کیے ہیں، جن کی صحت پر کوئی دلیل نہیں اور نہ امر واقع سے ان کا کوئی تعلق ہے۔

مثال کے طور پر عوج بن عنق کا قصہ ہے جسے امام طبری نے اپنی تاریخ (۱) میں اس کے راوی کی طرف منسوب کر کے بیان کیا ہے، جب کہ ابن کثیر نے اس کو اپنی کتاب میں ذکر کر کے سند اور متن دونوں اعتبار سے غلط اور باطل قرار دیا ہے۔

لیکن امام طبری کو اس سلسلے میں مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا، کیونکہ وہ خود یہ صراحت کرتے ہیں۔ (۲)

"اس کتاب کے قاری کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ کتاب میں جو بھی مسائل زیر بحث آئے ہیں، ان کے سلسلے میں میں نے ان احادیث و آثار پر اعتماد کیا ہے، جن کو میں نے رواۃ کے حوالے سے کتاب میں ذکر کیا ہے۔

لہذا کتاب میں مذکور کوئی روایت اگر ایسی ہو جو پڑھنے والے کو قبیح اور سننے والے کو بے حقیقت محض اس وجہ سے لگتی ہو کہ اسے اس کی صحت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اس میں ہمارا کوئی دخل نہیں۔ بلکہ یہ سب اس کے رواۃ اور ناقلین کی جانب سے ہے، اس لیے کہ ہم نے اس کو جیسے سنا تھا، من و عن بیان کر دیا ہے۔"

اس نص صریح پر غور کرنے سے دو حقیقتیں سامنے آتی ہیں:

۱- پہلی حقیقت یہ ہے کہ ابن جریر طبری کو خود اس کا اعتراف ہے کہ ان کی تاریخ میں بے حقیقت و منکر چیزیں بھی موجود ہیں، لہذا کوئی انہیں اس اسلوب پر مورد الزام نہ ٹھہرائے۔

---

(۱) تاریخ الرسل والملوک ۱/۱۸۵، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ۱/۱۱۴ ملاحظہ کریں۔ (۲) تاریخ الطبری ۱/۷-۸

Marfat.com

۲- دوسری حقیقت یہ ہے کہ تاریخ طبری میں کسی حدیث یا قصہ کا وجود خود طبری کے نزدیک اور امر واقعہ میں بھی اس کی صحت کی دلیل نہیں ہے، لہذا کسی شخص کے لیے روا نہیں کہ وہ کسی حدیث یا قصہ کو محض اس بنیاد پر ہمارے خلاف دلیل بنائے کہ وہ تاریخ طبری میں موجود ہے، کیونکہ جب تک اسے سند کے ساتھ بیان نہ کیا گیا ہو، قابل حجت نہیں ہے۔

ہاں اگر اس کی سند موجود ہے تو ہم اس کی نص کی تحقیق کریں گے، اگر یہ نص حدیث شریف ہے تو نقد حدیث کے اصول و قواعد اس پر منطبق کر کے ہم اس کا جائزہ لیں گے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ حدیث، متصل ہے یا منقطع موقوف ہے یا مرفوع، محفوظ ہے یا شاذ و منکر؟

اور اگر یہ نص کسی واقعہ کی خبر ہے تو یہ معلوم کریں گے کہ اس کا راوی، واقعہ کے زمانے میں موجود تھا یا نہیں۔

اگر واقعہ کے زمانے میں موجود نہیں تھا تو یہ دیکھیں گے کہ وہ اسے کس سے روایت کر رہا ہے، اور اپنی معلومات کہاں سے حاصل کر رہا ہے؟

مثلاً اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ امم سابقہ سے روایت کرتا ہے اور ان کے علماء و مولفین سے اپنی معلومات اخذ کرتا ہے تو اس صورت میں ہم اس پر اس حدیث کو منطبق کریں گے جسے عبداللہ بن عمرو بن عاص نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" بلغوا عنى ولو اية ، وحدثوا عن بنى اسرائيل ولا حرج وحدثوا عنى ولا تكذبوا ومن كذب على متعمدا ، فليتبوا مقعده من النار " . (۱)

میری جانب سے (دین کی باتیں پہونچا دو، ایک ہی آیت سہی اور بنی اسرائیل

(۱) امام بخاری نے اسے کتاب الانبیاء باب ذکر عن بنی اسرائیل میں روایت کیا ہے (رقم: ۳۴۶۱) فتح الباری ۴۱۶/۶ اور ترمذی نے کتاب العلم (رقم: ۲۶۲۱) میں۔ ان دونوں کے علاوہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ کریں، صحیح الجامع الصغیر (رقم ۲۸۳۴)

Marfat.com

سے جو سنو وہ بھی بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں، اور مجھ سے حدیث بیان کرو، لیکن میری نسبت جھوٹ بات نہ کہو، کیونکہ جس نے میری جانب قصداً جھوٹ منسوب کیا تو اسے چاہئے کہ اپنے ٹھکانہ جہنم بنالے۔

امم سابقہ کی خبروں پر اس حدیث کو منطبق کرتے ہوئے ابن کثیر نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ (۱)

"اسے ان اسرائیلی روایات پر محمول کریں گے، جس کے ابارے میں ہماری شریعت خاموش ہے، نہ اس کی تصدیق کرتی ہے اور نہ تکذیب، لہذا عبرت کے لیے ان کو روایت کرنا جائز ہے۔

رہیں وہ باتیں جن کی تصدیق ہماری شریعت نے کی ہے تو ہمیں ان کی چنداں ضرورت نہیں، کیونکہ ہماری شریعت میں جو چیز موجود ہے، اس کی وجہ سے ہم دوسروں سے مستغنی اور بے نیاز ہیں (۲) البتہ ہماری شریعت جن امور کی تکذیب کرے وہ مردود ہیں، بطور انکار ہی ان کا بیان کرنا جائز ہوگا۔"

مثال کے طور پر مسعودی (علی بن حسین) نے (۳) ذکر کیا کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے، جن میں سے چھ ہزار سال گزر گئے، یہ حدیث باطل اور موضوع ہے۔ (۴)

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ ۱/۶، تفسیر ابن کثیر ۱/ ۴، اور معالم السنن دیکھیں ۴/ ۶۹-۷۰ نیز ابن الاثیر نے جامع الاصول ۸/ ۱۹ میں اس کی جو تفسیر کی ہے اسے بھی ملاحظہ کریں۔

(۲) لیکن عصر حاضر میں ہمیں ان چیزوں کی ضرورت اس لیے ہے تاکہ ہم سابقہ مذاہب کے متبعین کے خلاف حجت قائم کر سکیں، مثال کے طور پر جب ہم حد رجم کو نافذ کرتے ہیں تو اعداء اسلام ہر جگہ اسے قبیح سمجھتے ہیں لیکن جب ہم ان کے سامنے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ـــــ یہ اللہ کی وہی شریعت ہے، جس کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے، تو گویا ان کے خلاف اس چیز کے ذریعہ ہم حجت قائم کرتے ہیں جس پر وہ ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور جس وقت ہم سود کی حرمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے نفاذ کی آواز اٹھاتے ہیں تو ہم صرف الزامی جواب کے طور پر اس بات پر حجت قائم کرتے ہیں کہ تمام سابقہ آسمانی مذاہب بھی اسے حرام کرتے ہیں، ورنہ میرا اعتقاد ہے کہ اس وقت عام نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں ہے۔

(۳) مسعودی کی اخبار الزمان ص: ۲۵ (۴) ملاحظہ کریں ابن القیم کی المنار المنیف ص ۸۰ اور نہاد عبید کی "الواضع فی الحدیث"

Marfat.com

اور یہ جو کتب تراجم نے ذکر کیا ہے کہ آیت(۱) (وما لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا) طلحہ بن عبیداللہ بن مسافع بن عیاض کے بارے میں نازل ہوئی تھی، کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ لئن مات لا تزوجن عائشۃ " اگر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلوں گا۔

مفسرین کی ایک جماعت نے جب دیکھا کہ صاحب قصہ طلحہ بن عبیداللہ التیمی القرشی صحابی ہیں (۲)۔ توانہوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ یہ وہی طلحہ بن عبیداللہ ہیں جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

"ابو موسیٰ نے "الذیل" میں اس کو بغیر سند کے ابن شاہین سے ذکر کر کے کہا ہے کہ مفسرین کی ایک جماعت نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ یہ وہی طلحہ ہیں جو عشرۂ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔" نیز انہوں نے کہا کہ، جیسے طلحہ کو احد العشرہ (یکے از عشرہ مبشرہ) کہا جاتا ہے طلحہ الخیر بھی کہا جاتا تھا۔

حافظ ابن حجر مزید کہتے ہیں کہ:

ابن مردویہ نے مذکورہ قصہ کو اپنی تفسیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ مگر قائل کے نام کی صراحت نہیں کی ہے۔

امام سوطی فرماتے ہیں: (۳)

"میں اس خبر کی صحت کے بارے میں سخت تردد میں تھا، کیونکہ طلحہ جیسے صحابی جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، ان کی شان اس سے اعلی وارفع ہے کہ ان سے اس قسم کی غیر اخلاقی حرکت کا صدور ہو، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ کوئی اور شخص ہیں جو طلحہ کے ہم نام اور ان کے والد طلحہ کے والد کے ہم نام ہیں اور دونوں کا نسب بھی ایک

(۱) الاحزاب: ۵۳

(۲) ابن الاثیر کی اسد الغابہ ۲/۷۲، اور حافظ ابن حجر کی الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۲/۲۳۰

(۳) الحاوی فی الفتاوی ۲/۷۶-۷۷

Marfat.com

ہے۔ جو طلحہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور معروف ہیں وہ طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان ہیں اور صاحب قصہ طلحہ بن عبید اللہ بن مسافع ہیں۔"

میں کہتا ہوں کہ خواہ اس شخص کے نام کی تصریح کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، تصریح تا تلمیح سے اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ صحیح سند یا ایسی محتمل اسانید جو ایک دوسرے کو تقویت دے رہی ہوں، موجود نہ ہوں۔

اس حدیث پر حکم لگانے میں امام سیوطی کا توقف کرنا، بلاشبہ درست ہے، اور قصہ میں مذکور جو طلحہ بن عبید اللہ بن مسافع ہیں، صحابہ میں ان کا ذکر نہ امام بخاری نے کیا ہے اور نہ ابن حبان اور طبرانی نے، صرف ابو موسیٰ نے ابن شاہین کی کتاب کے ذیل میں ان کو کسی سند کے بغیر صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

ابن کثیر نے (۱) سدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ طلحہ بن عبید اللہ نے ہی ایسا عزم کیا تھا۔ (یعنی حضرت عائشہ سے نکاح کرنے کا)

نحاس نے معمر سے نقل کیا ہے کہ یہ صحابی طلحہ ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

ابو العباس قرطبی نے کہا کہ "یہ بات بعض فضلاء صحابہ سے نقل کی جاتی ہے، حالانکہ ان کا دامن ایسی باتوں سے بالکل پاک ہے، کذب تو اس کے نقل کرنے میں در آیا ہے۔ ایسی بے سروپا باتیں اڑانا، جاہل منافقوں کے لائق ہے۔"

صحابہ کرام سے کبائر کے وقوع کو اگرچہ میں خارج از امکان نہیں سمجھتا، تاہم سورج کی مانند روشن دلیل کے بغیر اس کے ثبوت کو تسلیم نہیں کر سکتا، کیونکہ قیل، قالوا، یحکی اور زعموا جیسے تحریض کے صیغوں کے ذریعہ بیان کردہ حکایات و قصص، علمی مسائل میں کوئی وزن نہیں رکھتے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے خلاف جاہلوں کو برانگیختہ ضرور کرتے ہیں اور ان پر طعن و ملامت کے لئے یقیناً راہ ہموار کرتے

(۱) تفسیر ابن کثیر ۵۰۶/۳ تفسیر القرطبی ۲۲۸/۴ الدر المنثور ۲۱۴/۵، واحدی کی اسباب النزول ص ۳۷۹، تحقیق احمد صقر اور لباب النقول ص ۱۷۸

Marfat.com

ہیں، جبکہ ہمیں کسی بھی مسلمان کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔

اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ لوگوں کے گمان کے مطابق جب صاحب قصہ طلحہ بن عبید اللہ بن مسافع بھی صحابی ہیں تو پھر صحابیت کے اعتبار سے ان کے اور طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں کے درمیان کیا فرق ہے؟ صحابیت کے درجہ میں تفاوت سے اس عام حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی کہ تمام صحابہ ثقہ اور عادل ہیں۔

اسی طرح اس قصہ میں سند کے ضعیف ہونے کے علاوہ بھی مزید دو خرابیاں ہیں۔

۱- پہلی یہ کہ قصہ میں، صاحب قصہ کے نام کی صراحت کے بغیر، ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ سادات اہل مکہ اور مہاجرین میں سے ہیں، جب کہ آیات کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ منافق ہیں، حالانکہ اہل مکہ میں منافق نہیں تھے، نفاق صرف اہل مدینہ میں تھا۔

۲- دوسری یہ کہ اس قصہ اور ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے قصہ کے درمیان، اس حیثیت سے بہت حد تک مشابہت ہے کہ اس شخص نے بھی نادم ہو کر توبہ کرلی، ایک گردن آزاد کی اور دس اونٹ لا کر اللہ کے راستے میں دیا اور پیدل حج کیا۔(۱)

✿✿✿

---

(۱) الدر المنثور : ۵/ ۲۱۵

Marfat.com

احادیث موضوعہ کتب عقائد میں

ان موضوع احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے، جنہوں نے کتب عقائد کو اپنی زد میں لیا اور مختلف نواحی سے اسلامی معاشرے پر ان کے برے اثرات مرتب ہوئے بلکہ ان میں سے بعض گمراہ لوگوں کے دلوں میں اب تک مسلسل اپنا عجیب اثر ڈال رہی ہیں۔

اس عجلت میں ہمارے لئے کافی ہوگا کہ بعض موضوع احادیث پر متنبہ کردیں، تاکہ قاری کو بصیرت حاصل ہو جائے اور اگر وہ اہل علم میں سے نہیں ہے تو اپنے عقائد انہیں صحیح احادیث سے اخذ کرے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور ماہرین فن جن کی صحت کی توثیق کرتے ہیں۔

۱- پہلی حدیث: شرح عقیدہ طحاویہ (۱) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" علم الناس سنتي وان كرهوا وان احببت ان لا توقف على الصراط طرفة عين حتى تدخل الجنة ، فلا تحدثن في دين الله حدثا برأيك . "

"لوگوں کو ان کی ناپسندیدگی کے باوجود میری سنت کی تعلیم دو، اور اگر تم کو

---

(۱) شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص ۴۰۹ تحقیق شعیب الارناؤط، شیخ شعیب نے اور نہ ہی شیخ البانی نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کی سند حافظ بجزی کے یہاں ہے۔

ملاحظہ کریں "الطحاویۃ" بتخریج الشیخ الالبانی ص: ۴۷۱-۴۷۲ و سلسلۃ الضعیفہ، رقم ۲۶۵، اسی طرح دونوں محققین نے قرطبی کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے، جنہوں نے یہ حدیث بیان کی ہے اور قرطبی نے کہاں اسے بیان کی ہے، اس کا بھی ذکر نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو: "الوضع فی الحدیث" ص ۲۹۳

3

Marfat.com

یہ پسند ہو کہ جنت میں داخل ہونے کے لیے پلک جھپکنے تک کے لئے بھی تم کو پل صراط پر نہ روکا جائے تو اللہ کے دین میں اپنی طرف سے کچھ بیان نہ کرو۔

یہ حدیث باطل اور منکر ہے، اسے قرطبی نے "التذکرہ" میں بیان کیا ہے۔ (۱) اس حدیث پر میں طویل بحث نہیں کروں گا، کیونکہ عملی حیثیت سے کوئی اس کا زیادہ اثر نہیں۔

۲- دوسری حدیث: نبی ﷺ کی آفرینش کے اول اور اقدم ہونے کے بارے میں ہے۔ اس حدیث کو عجائب و غرائب کے دیوانے اور عقائد نصاری سے مغلوب حضرات، اس طرح بیان کرتے ہیں:

" ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول الرسل فی الخلق واٰخرھم فی البعث " اسی طرح نور محمدی والی ایک اور باطل حدیث ہے۔ (۲)

☼☼☼

(۱) التذکرہ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ" ص ۳۳۶ بحری نے فرمایا کہ اس کی سند غریب ہے اور متن حسن ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ اس کی سند اور متن دونوں منکر ہیں "الضعیفۃ" رقم ۲۶۵ میں شیخ الالبانی نے اس پر مفصل کلام کیا ہے، وہاں اسے ملاحظہ کریں۔

(۲) میں نے ان دونوں حدیثوں اور ان کے علاوہ کچھ دیگر احادیث کی مستقل تحقیق و تخریج کی ہے، جو کتابی شکل میں "النور المحمدی بین ھدی الکتاب المبین وغلو الغالین" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

Marfat.com

احادیث موضوعہ کتب تفسیر میں

امام احمد فرماتے ہیں:

"تین چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ وہ ہیں تفسیر، ملاحم اور مغازی" (۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امام احمد کے مذکورہ قول کی یہ توجیہ کی ہے (۲)

"اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں موضوعات پر مرسل روایتیں غالب ہیں، مثلاً وہ روایتیں جن کو عروہ بن زبیر، زہری اور شعبی وغیرہ مغازی میں بیان کرتے ہیں۔"

ابن طاہر مقدسی (۳) میمونی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "تین قسم کی کتابوں کی کوئی اصل نہیں، یعنی مغازی ملاحم اور تفسیر۔"

خطیب بغدادی نے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ "اسے ان چند مخصوص کتابوں پر محمول کریں گے جو ان تین موضوعات پر لکھی گئی ہیں اور جو رواۃ وناقلین کی عدم ثقاہت اور بیان کرنے والوں کے اپنی طرف سے اضافہ کر لینے کی بنا پر قابل اعتماد نہیں ہیں۔

کتب ملاحم میں سے بیشتر کا یہی حال ہے، آئندہ پیش آنے والی جنگوں اور فتنوں کے سلسلے میں سوائے چند احادیث کے کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔

اور متعلقہ کتب تفسیر میں سب سے مشہور ابن الکلبی اور مقاتل بن سلیمان کی تفسیریں ہیں۔

امام احمد نے تفسیر کلبی کے متعلق فرمایا کہ وہ شروع سے آخر تک جھوٹ ہی

---

(۱) لسان المیزان ۱/۱۳ (۲) تفسیرات ابن تیمیہ ص ۱۵ (۳) تذکرۃ الموضوعات ص ۲۴۹-۲۵۰

Marfat.com

جھوٹ ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا اس کو پڑھنا جائز ہے؟ آپ نے کہا کہ نہیں۔"(۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کتب تفسیر کے بارے میں بہت ہی واضح صورت پیش کی ہے۔ بہتر ہو گا کہ ہم اسے یہاں نقل کر دیں۔ آپ نے فرمایا: (۲)

"اور یہ کتابیں جن کو بہت سے لوگ کتب تفسیر کا نام دیتے ہیں، ان میں بہت سی ایسی تفسیریں ہیں جن میں جھوٹی نسبت کے ساتھ سلف سے روایات نقل کی گئی ہیں اور محض رائے کی بنیاد پر بلکہ محض مشتبہ قیاس یا ادبی اشتباہ کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی نسبت بات کہدی گئی ہے اور یہ بات معروف ہے کہ کتب تفسیر میں ابن عباس سے منسوب بہت سی جھوٹی باتیں ہیں جن کو کلبی نے ابو صالح وغیرہ سے روایت کیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسناد کی تصحیح کی جائے تا کہ حجت قائم ہو۔

لہذا تفسیر کی انہیں کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جن میں سند بیان کی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر محمد بن جریر طبری کی تفسیر، جس میں وہ سند کے ساتھ سلف کی بات نقل کرتے ہیں، اگر اسحاق بن راہویہ، امام احمد اور ان کے ائمہ کی تفاسیر تک رسائی نہ ہو سکے جو نبی علیہ السلام سے ثابت شدہ صحیح تفاسیر اور صحابہ و تابعین کے آثار کو روئے زمین پر رہنے والوں میں سب سے زیادہ جانتے ہیں، تو مقاتل، کلبی اور ایسے ہی تفسیر طبری سے پہلے بقی بن مخلد اندلسی، عبد الرحمٰن بن دحیم بن ابراہیم شامی اور عبد بن حمید الکشی کی تفسیروں سے احتراز کرنا چاہیئے۔

لہذا آثار و قصص کو قبول کرنے کا دار و مدار، اسناد کی صحت پر ہو گا، کسی قصہ کا کتب تفسیر میں صرف وارد ہو جانا، اس کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔

---

(۱) یہ بات مخفی نہیں کہ امام احمد کا مقصود یہاں مبالغہ اور تفسیر کلبی سے متنفر کرنا ہے، ورنہ اس میں آیات اور صحیح احادیث بھی ہیں، لیکن چونکہ ان پر اختلاف و وضع کے مظاہر غالب تھے، اس لیے آپ نے اس کی یہ تعبیر کی، لہذا یہ تمام مخصوص ہے، کیونکہ جھوٹا بھی کبھی کبھی سچ بولتا ہے۔

(۲) مجموع فتاوی ابن تیمیہ ٦/ ٣٨٩

Marfat.com

صورت مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے میں تفسیر طبری وغیر میں موجود موضوع احادیث کے کچھ نمونے پیش کردوں گا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ تفسیر طبری کے بارے میں شیخ الاسلام کے اس قول: " الذی ینقل فیه کلام السلف بالإسناد " کہ وہ اس میں سند کے ساتھ سلف کی بات نقل کرتے ہیں۔"۔ سے ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ طبری جو بھی اپنی تفسیر میں وارد کرتے ہیں، وہ صحیح ہے، بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ سلسلۂ اسناد جب تک قائم ہے، صحیح اور ضعیف کی معرفت ممکن ہے۔

چنانچہ نوح بن ابی مریم نے (۱) قرآن مجید کی ہر ایک سورہ کے فضائل میں حدیثیں گڑھ لیں اور باضابطہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی اسناد بھی وضع کر لیں اور جب اس کے بارے میں ان سے استفسار کیا گیا تو کہا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ اور ابن اسحاق کی مغازی میں بالکل منہمک ہیں تو میں نے یہ حدیثیں ثواب کی نیت سے وضع کر لیں۔(۲)

امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں میں نے میسرہ بن عبدربہ سے پوچھا کہ جو حدیث تم نے فضائل قرآن کے سلسلے میں روایت کی ہے وہ کیسی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ لوگوں کو قرآن کی طرف راغب کرنے کے لئے میں نے اسے گڑھ لیا ہے۔(۳)

اس حدیث کو مفسرین میں سے ثعلبی، واحدی اور زمخشری نے بیان کیا ہے شیخ الاسلام نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ اہل علم کے نزدیک متفقہ طور پر

---

(۱) نوح بن ابی مریم جو جامع کے ساتھ معروف ہیں، امام ابن حبان نے ان کے بارے میں فرمایا: "کسی بھی حال میں حجت نہیں ہیں۔"

(۲) التبصرة والتذكرة ۱/۲۶۸ ، نوح بن ابی مریم کے تذکرہ کے لیے ملاحظہ کریں، الضعفاء للعقیلی ۴/۳۰۴ الجرح والتعدیل ۸/۴۸۴، الضعفاء للنسائی رقم ۶۲۱، المجروحین ۳/۴۸ الکامل ۷/۲۵۰۵، المیزان ۴/۲۷۹، التہذیب ۱۰/۴۸۶، التقریب ۲/۳۰۹۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس کی تکذیب کی ہے اور ابن مبارک کہتے ہیں وہ حدیثیں گڑھتا تھا۔

(۳) ضعفاء العقیلی ۴/۲۶۳-۲۶۴۔ المجروحین ۱/۶۴ میسرہ بن عبدربہ کا تذکرہ ملاحظہ کریں: ضعفاء العقیلی ۴/۲۶۳ ، المجروحین ۳/۱۱، الکامل ۶/۲۴۲۲، المیزان ۴/۲۳۰ اور اللسان ۶/۱۳۸ میں۔

Marfat.com

موضوع ہے۔(۱)

اسی طرح کسی نے قصہ غرانیق کو گڑھ لیا۔(۲) اور ابن جریر طبری نے اسے تفسیر میں ذکر کر دیا۔

کسی اور نے ہاروت وماروت کا قصہ وضع کر لیا۔(۳) اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس کو بیان کیا ہے۔

ابن کثیر نے (۴) ایوب علیہ السلام کے قصہ کو ذکر کیا ہے کہ وہ لوگوں کو متنفر کر دینے والے مرض میں مبتلا ہوئے اور معاملہ اس حد تک پہنچا کہ انہیں شہر کے کوڑا خانہ میں ڈال دیا گیا، ان کے جسم میں جوئیں اور کیڑے رینگتے تھے۔

امام قرطبی (۵) نے حدیث (ان الله يحب الشجاعة ولو على قتل حية) کہ اللہ تعالیٰ شجاعت کو پسند کرتا ہے، اگرچہ سانپ مارنے کی شجاعت ہی ہو۔" کو بیان کیا ہے حالانکہ وہ موضوع ہے۔

شیخ طبرسی شیعی (۶) نے اپنی کتاب کو فضائل آل بیت میں وضع کردہ احادیث سے بھر دیا ہے، ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔

---

(۱) مقدمہ فی اصول التفسیر ص ۷۵-۷۶ والوضع فی الحدیث وآثارہ ص ۳۹۴

(۲) قصہ غرانیق سخت منکر اور باطل ہے، اس سے واقفیت کے لیے ملاحظہ کریں: تفسیر الطبری ۷/۱۳۴ طبع الحلبی، تفسیر ابن کثیر ۳/۲۲۹-۲۳۰، احکام القرآن لابن العربی ۳/۱۲۸۸ نیز مؤلف کی کتاب "دعاوی النسخ فی القرآن الکریم" ص ۳۹۹-۴۰۲ دیکھیں۔

نیز حافظ ابن حجر کی غلطی فتح الباری ۸/۴۳۹ میں ملاحظہ کریں والوضع فی الحدیث وآثارہ ص ۳۹۴

(۳) قصہ ہاروت وماروت کے لیے رجوع کیا جائے مسند احمد ۵/۱۲۳ بتحقیق وتخریج احمد شاکر البدایہ والنہایہ ۱/۳۷ اور تفسیر ابن کثیر ۱/۱۳۷-۱۴۳ میں اسی قصہ کو مفصل ومطول دیکھیں نیز ہماری کتاب (رواۃ الحدیث الذین سکت علیہم ائمۃ الجرح والتعدیل) ص ۱۰۷ دیکھیں۔

یہ قصہ جس شکل میں بیان کیا جاتا ہے، باطل ہے۔

(۴) تفسیر ابن کثیر ۴/۴۹

(۵) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱/۲۶۸ اور تنزیہ الشریعۃ لابن عراق ۲/۱۲۹

(۶) مجمع البیان للطبرسی ۵/۳۹۶ اور جو کچھ پیچھے گزرا اس کے لیے دیکھیں الوضع فی الحدیث وآثارہ ص ۳۹۶

Marfat.com

" ان الله تعلی خلق الانبیاء من اشجار شتی ، وخلقت أنا وعلی من شجرة واحدة فأنا اصلها وعلی فرعها وفاطمة لقاحها والحسن والحسین ثمارها واشیاعنا اوراقها . "

اللہ تعالی نے تمام انبیاء کو مختلف درختوں سے پیدا کیا، لیکن مجھے اور علی کو ایک ہی درخت سے پیدا کیا، میں اس درخت کی جڑ ہوں اور علیؓ اس کی شاخ فاطمہؓ اس کا گابھا (قلم)، حسن و حسین اس کے پھل، اور ہمارے متبعین اس کے پتے ہیں۔" یہ بھی موضوع حدیث ہے، کتنا بدذوق ہے اس کا واضع۔

یہ تمام حکایات و قصص موضوع ہیں، اس کے باوجود مروجہ کتب تفسیر میں بھری پڑی ہیں، ان میں سے بعض کے مؤلفین نے قصہ کے بطلان پر متنبہ کر دیا ہے مگر اکثر کے بارے میں تنبیہ نہیں کی گئی ہے۔

کتب تفسیر میں مذکور چند بے بنیاد احادیث وحکایات، میں نے اس لئے ذکر کر دی ہیں تاکہ جسے کتب تفسیر پر پوری بصیرت نہیں ہے اسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ ان میں رطب ویابس سب کچھ ہے۔

لہذا تفسیر پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ تفسیر کے انتخاب کے سلسلے میں کتاب وسنت کے کسی مستند عالم کی طرف رجوع کرے۔

☼☼☼

Marfat.com

ضعیف اور موضوع احادیث کو روایت کرنے کا حکم

موضوع حدیث: وہ جھوٹی، من گھڑت اور بنائی ہوئی حدیث ہے جسے کسی نفس پرست یا علماء سوء میں سے کسی نے گڑھ کے رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی جھوٹی نسبت کر دی ہو، تو اس قسم کی حدیث کو روایت کرنے اور اس پر عمل کرنے کا کیا حکم ہے۔؟

امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں فرمایا ہے۔(۱)

"جان لو! اللہ تعالی تمہیں توفیق دے کہ جو شخص صحیح اور ضعیف روایات اور ثقہ اور متہم رواۃ کے درمیان تمیز کرنے کی اہلیت رکھتا ہو، اس پر واجب ہے کہ وہ ان روایات میں سے صرف اسی کو روایت کرے جس کے مصادر کی صحت اور اس کے رواۃ کے حالات کا علم ہو، اور یہ کہ ان روایات سے اجتناب کرے جو متہمین اور معاندین اہل بدعت سے مروی ہوں۔

چنانچہ جیسے قرآن کے اندر فاسق کی خبر قبول نہ کرنے پر دلیل ہے، ایسے ہی سنت میں منکر احادیث کو روایت نہ کرنے کی دلیل موجود ہے اور وہ ہے رسول اللہ ﷺ کی مشہور حدیث:

" من حدث عنی بحدیث یُری (۲) انه کذب ، فهو احد

---

(۱) صحیح مسلم ۱/۸-۹

(۲) حافظ ابن حجر "النکت" ۲/۸۳۹ میں فرماتے ہیں "یری" یاء کے پیش کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو یظن کے معنی میں ہے۔

Marfat.com

الکاذبین" (۱) یعنی جس نے مجھ سے کوئی ایسی حدیث روایت کی جس کے بارے میں اس کا گمان ہے کہ جھوٹی ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

"یہ جملہ اس شخص کے حق میں سخت وعید کے لیے کافی ہے، جس نے ایسی حدیث روایت کی جس کی نسبت اس کا گمان ہو کہ وہ جھوٹی ہے چہ جائیکہ اسے اس کا یقین ہو اور وہ اس کی وضاحت کو بیان نہ کرے، کیونکہ نبی ﷺ نے اس کے بیان کرنے والے کو اس کو وضع کرنے والے کے برابر قرار دیا ہے۔ (۲)

مذکورہ حدیث روایت کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں۔ (۳)

"میں نے امام دارمی سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص ایک حدیث یہ جاننے کے باوجود روایت کرے کہ اس کی اسناد غلط ہے تو کیا یہ اندیشہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں داخل ہو گا؟ یا اگر وہ مرسل روایت کرے لیکن کوئی اسے مسند کر دے یا اس کی اسناد میں الٹ پھیر کر دے تو کیا وہ اس حدیث کی وعید میں داخل ہو گا۔

تو آپ نے فرمایا کہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص ایسی حدیث بیان کرے جس کی نبی ﷺ سے کوئی اصل ثابت نہیں ہے، تو مجھے خوف ہے کہ ایسا شخص اس حدیث کی وعید میں داخل ہو گا۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ: (۴)

"محدث اگر جان بوجھ کر ایسی حدیث روایت کرے جو نبی ﷺ سے ثابت

---

(۱) "النکت" ۲/۹۳۸ میں ہے کہ "الکاذبین" میں دو روایت ہے، ایک میں باء کے زبر کے ساتھ تثنیہ کا صیغہ ہے اور دوسری روایت میں باء کے زیر کے ساتھ جمع کا صیغہ ہے

(۲) امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح ۱/۹ میں ترمذی نے کتاب العلم (رقم ۲۶۶۲) اور ابن ماجہ نے مقدمہ میں (رقم ۳۸) روایت کیا ہے۔

(۳) سنن الترمذی: ۵/۳۷

(۴) کتاب المجروحین ۱/۷ اور اس کے بعد

Marfat.com

نہیں ہے بلکہ گھڑی ہوئی ہے، تو یہ بھی ایک جھوٹا ہوگا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

" وھو یری انه کذب " اس کا گمان ہے کہ وہ جھوٹی ہے، آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اسے یقین ہے کہ وہ جھوٹی ہے۔"

لہذا ہر وہ شخص جسے اپنی مرویات کے صحیح یا غیر صحیح ہونے میں شک وشبہ ہے وہ اس حدیث کے خطاب میں داخل ہے۔

میں اس موضوع کو طول دینا نہیں چاہتا ہوں، کیونکہ بہت سے متقدمین اور معاصرین مجھ سے پہلے اس کو بیان کر چکے ہیں (۱) میری خواہش صرف یہ ہے کہ محترم قارئین کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کراؤں کہ حدیث کا معاملہ انتہائی نازک اور پر خطر ہے اور یہ کہ حدیث کے سلسلے میں تحقیق بہت ضروری ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ: (۲)

" موضوع حدیث کو روایت کرنا، ہر اس شخص پر حرام ہے، جسے اس کے موضوع ہونے کا علم ہو، یا غالب گمان ہو کہ وہ موضوع ہے۔"

چنانچہ کوئی شخص اگر ایسی حدیث روایت کرے، جس کے موضوع ہونے کا اس کو علم یا گمان تھا، تاہم روایت کرنے کے وقت اس کے موضوع ہونے کو بیان نہیں کیا، تو وہ حدیث کی وعید میں داخل ہے اور ان لوگوں میں شامل ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والے ہیں۔"

---

(۱) مثال کے طور پر ملاحظہ کریں صحیح مسلم کا مقدمہ ترمذی ۵/ ۳۷، مسلم شرح نووی ۱/ ۶۹-۷۲ النکت علی ابن الصلاح لابن حجر ۲/ ۸۳۹ اور اس کے بعد، ابن الصلاح فی علوم الحدیث ص ۸۹ والخلاصۃ للطیبی ص ۴۴ بلقینی کے محاسن الاصطلاح ۱/ ۱۲۴-۱۲۵، ۱۴۲ حافظ ابن حجر کی شرح النخبۃ ص ۴۵ والوضع فی الحدیث للدکتور عمر حسن فلاتہ ۱/ ۳۳۲ والوضع فی الحدیث وآثارہ ص ۳۳۸ اور اس کے بعد تحذیر الخواص للسیوطی ۱۲۷-۱۴۷۔

(۱) المنہاج شرح صحیح مسلم للنووی ۱/ ۷۱

Marfat.com

اور اس سے پہلے انہوں نے فرمایا ہے: (۱)

"مسلمانوں کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا حرام، بہت قبیح اور گناہ کبیرہ ہے، خواہ اس جھوٹ کا تعلق احکام سے ہو یا ترغیب و ترہیب اور مواعظ وغیرہ سے۔"

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: (۲)

"لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا گناہ کبیرہ ہے۔"

امام ابو محمد جوینی نے اس سلسلے میں سخت موقف اختیار کرتے ہوئے، اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف دانستہ جھوٹ منسوب کرے۔

اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ موضوع حدیث کو یہ بتائے بغیر کہ یہ موضوع ہے روایت کرنا حرام ہے۔" چونکہ بہت سے قصے اور حکایتیں ایسی ہیں جن پر موضوع ہونے کا حکم لگانا ہمارے لیے مشکل ہے اور اکثر ان پر ضعیف یا منکر ہونے کا حکم لگا دیا جاتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ضعیف حدیث کو روایت کرنے کا حکم بھی بیان کر دیا جائے۔

چنانچہ اس کتاب کے علاوہ اپنی دوسری کتاب (۳) میں، میں نے ضعیف حدیث کی روایت کا حکم بیان کرنے کے لیے ایک طویل فصل قائم کی ہے، یہاں محض میں نے اس چیز کو بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، جس سے مقصد کی وضاحت ہو جائے۔

امام زرکشی اپنی کتاب "النکت علی ابن الصلاح" میں فرماتے ہیں۔ (۴)

"موضوع حدیث کو روایت کرنا صرف اس وقت جائز ہے، جب اس سے

---

(۱) المنہاج شرح صحیح مسلم للنووی ۱/۷۰

(۲) شرح النخبہ ص ۴۵

(۳) میری کتاب (العیوب الخلقیۃ واثرہا علی عقد النکاح) ص ۲۲-۴۸، اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل آسان کرے۔

(۴) بحوالہ تحذیر الخواص للسیوطی ص ۱۳۵ اور اس کے آگے۔

Marfat.com

مقصود اس کے راوی کا حال بیان کرنا ہو، کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

" من حدث عني بحديث يرى انه كذب فهو احد الكاذبين . "

البتہ ضعیف حدیث کو روایت کرنا درج ذیل شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

۱- پہلی شرط یہ ہے کہ وہ احکام و عقائد سے متعلق نہ ہو۔

اس شرط کو امام نووی نے "الروضہ" اور "الاذکار" میں ذکر کیا ہے۔

۲- دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی کوئی اصل ہو، جو اس کی شاہد ہو۔

اس شرط کو ابن دقیق العید نے "شرح الالمام" میں بیان کیا ہے۔

۳- تیسری شرط یہ ہے کہ جو کچھ اس حدیث میں مذکور ہے اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھے۔

اگر یہاں یہ اعتراض کیا جائے کہ قوی شاہد کی موجودگی میں، ضعیف حدیث پر عمل کرنے کو آپ نے کیوں جائز قرار دیا، جب کہ شاہد کی موجودگی کے باوجود موضوع حدیث پر عمل کرنے کو جائز قرار نہیں دیا۔"

تو ہم جواباً عرض کریں گے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنت میں ضعیف حدیث کی کوئی نہ کوئی اصل موجود ہے اور پھر اس کا کذب قطعی نہیں ہے۔ جب کہ موضوع حدیث کی سرے سے کوئی اصل ہی نہیں ہے، لہٰذا اس کے شاہد کی مثال ایسی ہے جیسے کسی مکان کی بنیاد پانی کے اوپر، یا کسی کھائی کے گرتے کنارے پر رکھی جائے۔

یہاں یہ مخفی نہ رہے کہ جو کچھ زرکشی نے ذکر کیا ہے، وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو موضوع اور ضعیف کے درمیان تمیز کرنا جانتا ہو اور ضعیف حدیث کے لئے کتاب یا سنت میں کسی عام شاہد کے موجود ہونے کا اسے علم ہو، مگر اس کے باوجود نبی ﷺ سے اس کے وجود کا اعتقاد نہ رکھے۔

ہمارے زمانے میں کتنے لوگ ہی ایسے ہیں جو اس حقیقت کو جانتے ہیں اور پھر جن کے پاس اس کا علم ہے، ان میں سے کتنے لوگ ان قیود و شرائط کا التزام کرتے ہیں؟

Marfat.com

بلکہ آج حالت یہ ہے کہ عام مدعیان علم بھی صحیح اور ضعیف حدیث کی معرفت کے بغیر ہی رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہیں۔(۱)

حافظ زین عراقی فرماتے ہیں کہ :(۲)

"حسن اتفاق سے اگر اس نے صحیح حدیث بیان بھی کرلی، تب بھی وہ اس سلسلے میں گنہگار ہوگا، کیونکہ وہ ایسی چیز بیان کرتا ہے، جس کا اسے علم نہیں ہے، اور اگر وہ امر واقعہ کے مطابق ہو جائے تو بھی وہ اس وجہ سے گنہ گار ہوگا کہ اس نے ایسی چیز بیان کرنے کا اقدام کیا ہے جسے وہ جانتا نہیں ہے۔"

اور اگر کوئی شخص تفسیر کی کچھ کتابوں میں فکر و نظر رکھتا ہو تو بھی اس کے لیے ان سے کچھ نقل کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ کتب تفسیر میں صحیح اور منکر دونوں قسم کے اقوال موجود ہیں اور جو صحیح اور منکر کے درمیان تمیز نہ کر سکے، اس کے لیے کتابوں پر اعتماد کر لینا جائز نہیں۔

ہائے کاش میں جانتا کہ جس شخص کا یہ حال ہو وہ کس طرح کتاب اللہ کی تفسیر کرنے کی جرأت کرتا ہے، جب کہ وہ صحیح اور ضعیف تفسیر میں تمیز کی معرفت نہیں رکھتا۔

لہذا جس کے اندر یہ وصف موجود ہو، اس کے لیے کتابوں سے کوئی حدیث نقل کرنا، اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ اسے کسی ایسے محدث کو پڑھ کر نہ سنا لے جو اس کو جانتا ہو، اگرچہ وہ حدیث صحیحین میں ہی کیوں نہ ہو۔(۳)

(۱) ایضاً بحوالہ تحذیر الخواص ص ۲۳۰

(۲) میں نے بغیر کسی تصرف کے اس عبارت کی تلخیص اسی فصل سے کی ہے، جس میں سیوطی نے عراقی کی کتاب (الباعث علی الخلاص) ص ۲۳۰-۲۳۲ کی تلخیص کی ہے۔

(۳) چونکہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں معلقات، بلاغات اور ابواب کے تراجم بھی ذکر کیے ہیں، لہذا جس شخص کو اس علم شریف کی معرفت نہیں ہوگی وہ یہ سمجھ لے گا کہ صحیح بخاری کے اندر موجود ہر حرف صحیح ہے، بلکہ ایسا اوقات وہ کہہ دے گا۔ "اخرجہ البخاری" بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے بہت سی ضعیف احادیث بطور متابعات و شواہد بیان کی ہیں، اسی طرح انہوں نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں ایسی حدیثیں ذکر کی ہیں جو صحیح کی شرط کے مطابق نہیں ہیں، لہذا حافظ عراقی کی بات یہاں بڑی دقیق ہے۔

Marfat.com

ان لوگوں کی طرف سے یہ مصیبت بھی ہے کہ یہ لوگ عوام کے سامنے ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کے مفہوم تک ان کی عقلی رسائی نہیں ہوتی۔ نتیجہ کے طور پر یہ عوام برے اعتقاد کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہ نقصان تو اس صورت میں ہے جب حدیث صحیح ہو، لیکن جب حدیث باطل ہو گی تو کیا حال ہو گا۔؟

اگر ایسے لوگ خاموش ہی رہتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔

سابقہ تفصیلات کے پیش نظر مذکورہ تین شرطوں کے بغیر ضعیف حدیث کی روایت (۱) کرنے اور اس پر عمل کرنے کی تحریم کی طرف، میں اپنے اندر شدید میلان پاتا ہوں، اور ایک چوتھی شرط کا اضافہ بھی کرتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ حدیث کے ضعف کو بیان کر دیا جائے اور ساتھ ہی سامع کو بتا دیا جائے کہ ضعیف حدیث قابل حجت نہیں ہے۔ اس سے صرف اس وقت استئناس کیا جا سکتا ہے جب اس کا کوئی شاہد ہو اور دلیل مخالف موجود نہ ہو، یا مقاصد شریعت کی کسی عام اصل کے تحت مندرج ہو۔

رہی وہ ضعیف حدیث جس کا تعلق عقائد اور حرام و حلال سے ہے، تو اس کو روایت کرنا قطعاً جائز نہیں، اگرچہ وہ ہزاروں کتابوں میں موجود ہو اور ان کے مؤلفین مشہور و معروف علماء ہوں۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کس طرح طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کی طرف منکرات کی نسبت کی گئی اور جد بن قیس، معتب بن قشیر، عبتل بن حارث اور ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کی طرف گمراہی کو منسوب کیا گیا۔

اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ لوگوں نے ان جیسے حضرات کی طرف ضلالت

---

(۱) بلکہ امام مسلم وغیرہ نے جیسا کہ پیچھے گزرا ضعیف حدیث کی روایت اور اس پر عمل کرنے کو حتمی طور پر حرام قرار دیا ہے۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ "ہم کسی ایسی خبر سے استدلال کرنا جائز نہیں سمجھتے جو نقل کی جہت سے صحیح نہیں ہے، کیونکہ اللہ کے فضل و کرم سے صحیح احادیث دینی امور میں غیر صحیح سے مستغنی اور بے نیاز کر دیتی ہیں (المجروحین ۱/۲۵)

Marfat.com

اور منکر بلکہ کفر تک کو منسوب کرنا کیوں اور کس بنیاد پر جائز سمجھا؟ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ابن الکلبی نے ان تمام لوگوں کو اپنی کتاب "المنافقین" میں ذکر کیا ہے، حالانکہ ابن الکلبی خود کذاب اور حدیثیں گڑھنے والا ہے اور ان اکابرین سے کم درجہ کے لوگوں کے تزکیہ کا محتاج ہے جو وہ پانے سے رہا۔

یہاں یہ بات بھی یاد دلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی عام مسلمان پر منافق یا مرتد ہونے کا حکم لگانا عقائد سے تعلق رکھتا ہے، تو اس وقت کیا حال ہوگا جب یہ حکم صحابہ اور خصوصا اہل بدر پر لگایا جائے۔

محترم قاری! یہ سب تفصیلات ذہن نشین کرلیں، تاکہ آنکہ جلیل القدر مظلوم صحابی ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے قصہ کو ہم شروع کریں۔

اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ ثقہ ہیں اور صحابیت کی فضیلت بلا امتیاز سب کو شامل ہے، ان کی عدالت وثقاہت کی دلیلیں اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ اس مختصر رسالہ میں شمار ہوسکیں، لہذا ان کے متوقع مقامات پر انہیں ملاحظہ کیا جائے۔

☼☼☼

Marfat.com

ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ

سیرت، مغازی اور تراجم کی کتابوں میں

سیرت ابن اسحاق کے مطبوعہ حصے میں ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ اور ان کے قصہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ جن اجزاء میں غزوۂ بدر اور رسول اللہ ﷺ کے آخر عہد کے حالات تھے وہ مفقود ہیں۔

البتہ ابن ہشام (ت ۲۱۸ھ) نے اپنی سیرت میں سب سے پہلے ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر اس مقام پر کیا ہے، جہاں انہوں نے انصار و مہاجرین کے مابین مواخاۃ (بھائی چارہ) کے متعلق کلام کیا ہے، جس وقت مدینہ کے منافقین یہود کے ساتھ عہد و پیمان کر رہے تھے۔

وہ اس عنوان(۱) (من اجتمع الی یهود من منافقی الانصار)
"منافقین انصار میں سے جو لوگ یہود کے پاس اکٹھا ہوئے" کے تحت فرماتے ہیں:

"اور بنی ضبیعہ میں سے ابو حبیبہ ابن الازعر جو مسجد ضرار بنانے والوں میں سے تھے ثعلبہ بن حاطب، معتب بن قشیر اور یہ دونوں وہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالی سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اس نے ہم کو اپنے فضل سے نوازا تو ہم ضرور صدقہ و خیرات کریں گے اور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے...... الخ

(۱) سیرت ابن ہشام ۱/ ۵۲۲، سیرت ۱/ ۶۸۸ میں ابن ہشام نے ان لوگوں کو بدر میں شرکت کرنے والوں میں ذکر کیا ہے، نیز یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حارث بن حاطب اور ابو لبابہ بن عبد المنذر کو رسول اللہ نے مقام روحاء سے واپس کر دیا اور ابو لبابہ کو مدینہ کا امیر بنایا اور اصحاب بدر کے ساتھ ان دونوں کو بھی حصہ دیا۔

Marfat.com

اور معتب جنہوں نے غزوۂ احد کے دن کہا تھا: (لو کان لنا من الأمر شئ ما قتلنا ھاھنا) اگر ہمارے اختیار میں کوئی بات ہوتی تو ہم اس جگہ قتل نہ ہوتے۔ اور حارث بن حاطب ہیں۔"

ابن ہشام نے مزید کہا کہ:

"معتب بن قشیر اور حاطب کے بیٹے ثعلبہ اور حارث جن کا تعلق بنی امیہ بن زید سے ہے اہل بدر میں سے ہیں، منافقین میں سے نہیں ہیں جیسا کہ بعض معتبر اہل علم نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق نے ثعلبہ اور حارث کو جو بنی امیہ بن زید میں سے ہیں، اہل بدر میں شمار کیا ہے۔"

اس کے بعد ابن ہشام نے ثعلبہ بن حاطب، معتب بن قشیر اور عبتل بن حارث کو مسجد ضرار بنانے والوں میں ذکر کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔(۱)

اب معلوم نہیں انہوں نے اپنے اس سابقہ قول کہ "وہ دونوں منافقین میں سے نہیں ہیں۔" پر اعتماد کر کے سکوت کیا ہے، یا کسی اور سبب سے۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ: (۲)

"وہ ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ بن زید ہیں، اور ان کی ماں، امامہ بنت صامت بن خالد بن عطیہ بن حوط بن حبیب بن عمرو بن عوف ہیں۔

ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے، عبید اللہ، عبد اللہ اور عمر ہیں، جن کی ماں بنی واقف قبیلہ کی تھیں اور رفاعہ عبد الرحمٰن، عیاض اور عمیرۃ ہیں، جن کی ماں لبابہ بنت عقبہ بن بشیر ہیں جو قبیلۂ غطفان سے تھیں، مدینہ اور بغداد میں آج بھی ثعلبہ کی ذریت موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ثعلبہ بن حاطب اور معتب بن الحمراء- جو بنی مخزوم کے حلیف، خزاعہ میں سے تھے، کے مابین بھائی چارہ کرایا تھا، نیز ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ

---

(۱) سیرت ابن ہشام ۲/۵۳۰ (۲) الطبقات الکبری ۳/۴۶۰

Marfat.com

غزوۂ بدر اور احد دونوں میں شریک ہوئے۔

پھر ابن سعد نے ثعلبہ کے بھائی حارث بن حاطب کے حالات کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ وہ بدر میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کوئی حکم دیا جسے لے کر وہ بنی عمرو بن عوف کے پاس گئے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے بھی غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں کے حصے کے بقدر حصہ مقرر کیا۔

اس کے علاوہ حارث نے احد، خندق، حدیبیہ اور خیبر میں شرکت کی اور غزوۂ خیبر میں شہید ہوئے۔(۱)

ابن حبان نے ثقات (۲) میں ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ بدری صحابی ہیں، ان کی وفات خلافت عثمان میں ہوئی، تاہم انہوں نے ثعلبہؓ رضی اللہ عنہ کے قصہ کے متعلق کچھ ذکر نہیں کیا۔

اسی طرح امام بغوی نے معجم الصحابہ (۳) میں ان کے حالات بیان کیے ہیں، اور معان بن رفاعہ اور علی بن یزید کے واسطے سے۔ اس قصہ کے متعلق صرف یہ ذکر کیا ہے کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ۔ آپ اللہ تعالی سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال و دولت سے نوازے، اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تھوڑا مال جس پر تم اس کا شکر ادا کر سکو اس مال کثیر سے بہتر ہے جس پر تم شکر ادا نہ کر سکو۔"

ابن قانع (۴) نے بھی معجم الصحابہ میں ان کے حالات بیان کیے ہیں اور قصہ کو بغوی کی طرح اور اسی سند سے ذکر کیا ہے۔

امام طبری نے معجم کبیر (۵) میں ثعلبہ کے حالات کے ضمن میں کہا ہے کہ

---

(۱) الطبقات الکبری ۳/ ۴۶۱ (۲) الثقات ۳/ ۳۶

(۳) معجم الصحابہ للبغوی (ق ۶۰ ب) جامعہ ام القریٰ مکہ میں مرکز البحث العلمی کے مکتبہ میں میکرو فلم ہے۔

(۴) الصحابہ لابن قانع (ق ۱۸/ ب، ۱۹/ ۱) (۵) المعجم الکبیر للطبرانی ۲/ ۸۲

Marfat.com

ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

" حدثنا الحسن بن هارون بن سليمان الأصبهاني ثنا محمد بن اسحاق المسيبي ثنا محمد بن فليح عن موسى بن عقبة عن ابن شهاب في تسمية من شهد بدرا من الأنصار من الأوس ثم من بني عمرو بن عوف ثم من بني امية بن زيد : ثعلبة بن حاطب ..) الخ

ابن عبد البر فرماتے ہیں (۱) "ثعلبہ بن حاطب بن عبید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف وہ صحابی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور معتب بن حمراء کے مابین بھائی چارہ کرایا۔ انہوں نے بدر اور احد میں شرکت کی اور زکوٰۃ بھی روک لی تھی جیسا کہ قتادہ اور سعید بن جبیر نے اس کو اس طویل حدیث میں ذکر کیا ہے۔ جسے سنید نے ولید بن مسلم اور معان بن رفاعہ کے واسطے سے بالکل اسی سند سے بیان کیا ہے۔

ابن عبد البر نے اتنا ہی ذکر کر کے یہاں سکوت کیا ہے، لیکن اپنی کتاب "الدرر" میں فرمایا ہے کہ (۲) "ثعلبہؓ کے بارے میں ان لوگوں کا قول صحیح نہیں جنہوں نے کہا ہے کہ یہی وہ منکر زکوٰۃ ہیں جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی۔" واللہ اعلم

امام ابن حزم نے ان کو بنی امیہ بن زید میں شمار کرتے ہوئے کہا کہ (۳) "اور انہیں میں سے ثعلبہ بن حاطب (رضی اللہ عنہ) ہیں جو بدری ہیں۔"

اور واقدی نے انہیں بنی امیہ بن زید کے ان نو اشخاص میں ذکر کیا ہے۔ (۴) جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

---

(۱) الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ۱/۲۰۰

(۲) الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۱۲۲، ۱۲۳

(۳) جمہرۃ انساب العرب ص ۳۳۴

(۴) مغازی الواقدی ۱/۱۵۹، ملاحظہ کریں المغازی: ۳/۱۰۴۵، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۸، لکنہ رجع فاتہم ثعلبہ بہتم عدیدۃ لا تخرج عن التہم المذکورۃ ھنا۔

Marfat.com

ابن الاثیر فرماتے ہیں(۱)

"ثعلبہ بن حاطب عمرو بن عبید بن امیہ بن زید انصاری اوسی، غزوۂ بدر میں شریک ہوئے جیسا کہ محمد بن اسحاق اور موسی بن عقبہ نے کہا ہے، اور یہ وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالی انہیں مال ودولت عطا کرے......

پھر حدیث کو سند کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

"اس حدیث کو تینوں یعنی ابن مندہ، ابو نعیم اور ابن عبد البر نے روایت کیا ہے اور سب نے کہا کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے، البتہ ابن الکلبی نے کہا کہ انہوں نے غزوۂ بدر مین شرکت کی اور غزوۂ احد میں شہادت پائی۔

اس ترجمہ میں جس شخص کا ذکر ہے، یا تو ابن اکلبی کو غزوۂ احد میں ان کی شہادت کے متعلق وہم ہوا ہے، یا کہ قصہ ہی صحیح نہیں ہے، یا پھر یہ کوئی اور ہیں، حالانکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ وہی ہیں۔"

حافظ ابن حجر نے ثعلبہ بن حاطب اور ثعلبہ بن ابی حاطب دو شخص کا تذکرہ کیا ہے۔ ثعلبہ بن حاطب کے متعلق کہتے ہیں: (۲)

"ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ بن زید اوسی انصاری کو موسی بن عقبہ اور ابن اسحاق نے اہل بدر مین ذکر کیا ہے۔

ابن الکلبی نے بھی یہی کہا ہے، البتہ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔"

اور ثعلبہ بن ابی حاطب کے تذکرہ میں فرمایا(۳) کہ ابن اسحاق نے اس کو مسجد ضرار بنانے والوں میں شمار کیا ہے اور ماوردی ابن السکن اور ابن شاہین وغیرہ نے ثعلبہ ابن حاطب کے تذکرہ میں اس قصہ کو روایت کیا ہے، پھر اس قصہ کو اختصار کے ساتھ

---

(۱) الاسد الغابہ ۱/ ۲۸۳-۲۸۵ (۲) الاصابہ ۱/ ۱۹۸ (۳) الاصابہ: ۱/ ۱۹۸

Marfat.com

بیان کر کے فرمایا کہ:

اگر یہ روایت صحیح ہو، حالانکہ میں اسے صحیح نہیں سمجھتا ہوں تو بھی صاحب قصہ کا مذکورہ بدری صحابی ہونا محل نظر ہے اور دونوں کے درمیان مغائرت کی تائید، ابن الکلبی کے اس قول:

"ثعلبہ بدری، احد میں شہید ہوئے" سے ہوتی ہے۔

نیز اس کی تقویت اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں مذکورہ آیت کے سلسلے میں عطیہ کے واسطے سے ابن عباس سے ذکر کیا ہے، کہ ایک شخص جس کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب تھا اور جو انصار میں سے تھے، ایک مجلس میں آئے اور اہل مجلس کو گواہ بنا کر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل سے نوازے ......الخ

پھر پورا قصہ ذکر کرنے کے بعد کہا کہ یہ ثعلبہ بن ابی حاطب ہیں اور جو ثعلبہ بدری ہیں وہ بالاتفاق ثعلبہ بن حاطب ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

لا يدخل النار احد شهد بدرا والحديبية " (۱)

جو لوگ غزوۂ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوئے، ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے رب سے یہ روایت کی کہ اس نے اہل بدر کے متعلق فرمایا:

" اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم " (۲) جو چاہو عمل کرو کیونکہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔"

تو جو شخص اس مرتبہ پر فائز ہو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں نفاق ڈال دے اور اس کے بارے میں اس قسم کی آیات نازل کرے۔ لہذا ظاہر ہے کہ

---

(۱) حدیث صحیح ہے اس کی تخریج اپنے مقام پر آئے گی۔ (۲) حدیث صحیح ہے اس کی تخریج اپنے مقام پر آئے گی۔

Marfat.com

وہ کوئی اور ہیں، واللہ اعلم۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ (۱)

"واحدی نے بیان کیا ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں ہی آیت: ومنهم من عاهد الله) نازل ہوئی ہے، اس کی انہوں نے کوئی دلیل ذکر نہیں کی اور نہ یہ ذکر کیا کہ وہ بدری صحابی ہیں۔

البتہ ابن اسحٰق نے ثعلبہ بن حاطب کو جو بنی امیہ بن زید میں سے ہیں، اہل بدر میں ذکر کیا ہے اور یہ میرے نزدیک مذکورہ ثعلبہ کے علاوہ ہیں، کیونکہ ان کے بارے میں ابن الکلبی نے کہا کہ یہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے جب کہ وہ خلافت عثمان تک زندہ رہے۔"

☼☼☼

---

(۱) فتح الباری : ۳۵/۵

Marfat.com

حافظ ابن حجر کے ساتھ چند نقاط پر مناقشہ

ا- حافظ صاحب نے یہاں فرمایا: ''میں حدیث کو صحیح نہیں سمجھتا ہوں۔'' جب کہ احادیث کشاف کی تخریج میں اس قصہ کی حدیث کو ''سخت ضعیف'' اور فتح الباری میں ''ضعیف اور ناقابل حجت حدیث'' قرار دیا ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۲- ابن عباس کی مذکورہ حدیث باطل ہے، جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ اور پھر اس میں یہ بھی ہے کہ صاحب قصہ کا نام ثعلبہ بن حاطب ہے، جیسا کہ طبری نے اس کو اسی سند سے روایت کیا ہے، جس کی طرف حافظ ابن حجر نے اشارہ کیا ہے، اس کے باوجود معلوم نہیں کیسے انہوں نے ایک ضعیف و کمزور حدیث سے مغایرت کے ثبوت کو تقویت دی ہے؟

۳- حافظ ابن حجر کے خیال کے مطابق جب قصہ ہی صحیح نہیں ہے تو وہ پھر اس قسم کے بے بنیاد مفروضے کیوں قائم کر رہے ہیں۔؟

۴- کیا کسی معقول و مقبول دلیل کے بغیر کسی بھی شخص کا وجود، خواہ وہ مسلمان ہو یا منافق، ثابت ہو سکتا ہے۔؟

خود حافظ صاحب نے ''الاصابہ'' کے مقدمہ میں فرمایا ہے: (۱)

''الطريق الى معرفة كون الشخص صحابيا '' (کسی شخص کے صحابی ہونے کی معرفت کا طریقہ)۔ اور یہ معرفت چند طریقوں سے حاصل ہو گی۔

ا- بطریق تواتر یہ ثابت ہو کہ وہ صحابی ہے۔

ب- یا شہرت واستفاضہ کی وجہ سے اس کا صحابی ہونا ثابت ہو۔

---

(۱) الاصابہ: ۱/۸

Marfat.com

ج- یا اس طریقہ سے کے صحابہ میں سے کسی سے روایت کی جائے کہ مثلاً فلاں شخص کو صحبت حاصل ہے اور ایسے ہی تابعین میں سے کسی سے یہ روایت کی جائے۔

اور یہ اس بنا پر کہ راجح قول کے مطابق ایک شخص کی جانب سے بھی کسی کے لیے تزکیہ مقبول ہوگا۔

د- یا پھر اس طریقہ سے صحبت ثابت ہوگی کہ وہ خود کہے کہ میں صحابی ہوں، بشرطیکہ اس کی ثقاہت اور معاصرت ثابت ہو۔

اب آیئے دیکھیں کہ کیا تواتر یا شہرت سے دو ایسے صحابی کا وجود ثابت ہے جن میں سے ایک ثعلبہ بن حاطب اور دوسرے ثعلبہ بن ابی حاطب ہیں۔؟

اور اگر یہ ثابت نہیں تو کیا ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے عدالت اور معاصرت یا صرف معاصرت ثابت ہے؟

حافظ ابن حجر کا اس مذکورہ قصہ کے متعلق جب یہ کہنا ہے کہ وہ سخت ضعیف اور ناقابل حجت ہے تو پھر ایک منافق شخص کو منافق ثابت کرنے کے لیے، جس پر اس بے بنیاد اور موہوم قصہ کو چسپاں کیا جا سکے، کیوں ایسے دھاگوں کی تلاش ہے جو مکڑی کے جالوں سے بھی کمزور ہوں؟

۵- جب اس بات پر سب متفق ہیں کہ بدری صحابی کا نام ثعلبہ بن حاطب ہے۔ اور دوسرے مجہول ہیں، کچھ پتہ نہیں کہ وہ کون ہیں، ان کے حالات و نسب کا بھی پتہ نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے پاس کوئی معتبر و مقبول سند ہے تو محض ان دو شخصوں کے درمیان مغایرت ثابت کرنے کے لیے ہم کیونکر اس کا وجود فرض کر لیں؟

۶- جب حافظ ابن حجر کے مغایرت کی طرف میلان کا دار و مدار اس پر ہے کہ ابن اسحاق نے ثعلبہ بن ابی حاطب کو مسجد ضرار بنانے والوں میں ذکر کیا ہے تو ابن ہشام جو کہ بنسبت اور لوگوں کے ابن اسحاق کو زیادہ جانتے ہیں، ان کی سیرت میں ثعلبہ

Marfat.com

بن ابی حاطب کا نام کہیں وارد نہیں ہوا ہے۔ بلکہ مسجد ضرار بنانے والوں میں انہوں نے جس کو ذکر کیا ہے وہ ثعلبہ بن حاطب ہیں، جیسا کہ ابھی پیچھے گزرا۔

سابقہ تفصیلات کی بنیاد پر ہم وہی بات ثابت کریں گے جس پر علماء مغازی کا اتفاق ہے اور ثعلبہ بن ابی حاطب کے وجود کے دعوی کو مسترد کرتے ہیں، کیونکہ یہ ایک بدری صحابی پر نفاق کی تہمت لگانے کے خوف کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے اور چونکہ پورا قصہ ہی بے بنیاد ہے، اس لیے ہمیں نہ کسی مفروضے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی حیلے کی۔

امام ذہبی "تجرید اسماء الصحابۃ" میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔(۱)

"ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری اوسی بدری ہیں۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال و دولت عطا کرے۔"

یہاں لوگوں نے ایک طویل منکر حدیث ذکر کی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔"

ابن سید الناس نے ثعلبہ کو ان لوگوں میں ذکر کیا ہے (۲) جو بنی امیہ بن زید میں سے غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

امام سیوطی نے "الخصائص الکبری" (۳) میں اس قصہ کو رسول اللہ ﷺ کی دعا کی قبولیت پر دلیل ذکر کر کے سکوت اختیار کیا ہے، جب کہ وہ خود اپنی دوسری کتابوں کے دو مقامات پر اس کو ضعیف قرار دے چکے ہیں، جیسا کہ آگے آئے گا۔

جس شخص کے بارے میں آیت نازل ہوئی، اس کے نام کے ذکر سے صرف نظر کرنے میں سب سے دلچسپ بات جس سے میں واقف ہوا وہ "حدائق الانوار" میں ابن الدیبع کا یہ قول ہے کہ: (۴)

"جب آپ تبوک پہونچے (جو بلاد روم کے قریب ہے) تو وہاں دس دنوں

---

(۱) تجرید اسماء الصحابہ للذہبی: ۱/۶۶ (۲) عیون الاثر لابن سید الناس ۱/۲۷۵

(۳) الخصائص الکبری ۲/۱۷۳-۱۷۴، ملاحظہ ہو الحاوی للفتاوی ۲/۹۶ اور لباب النقول ص ۱۲۱

(۴) حدائق الانوار و مطالع الاسرار ۱/۷۱

Marfat.com

سے زیادہ قیام کیا، تاہم دشمن سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی، اور آپ نے اس علاقے کے تمام لوگوں سے جزیہ پر صلح کرلی۔ اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس ہوئے تو منافقین آپ کے ساتھ غزوہ میں شرکت نہ کرنے پر معذرت کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے اور اس پر جھوٹی قسمیں کھائیں، لہذا آپ نے ان کا عذر قبول کر کے ان کے باطن کو اللہ تعالی کے حوالے کردیا اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے سورہ برأت کی آیات نازل کر کے ان کو رسوا کیا، جیسے کہ یہ آیت ہے۔(ومنهم من عاهد الله لئن آتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين ......الخ (۱)

اور اسی وجہ سے اس سورہ کا ایک نام فاضحہ بھی ہے۔

سابقہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تمام سیرت نگاروں اور علماء مغازی کے نزدیک متفقہ طور پر ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، پھر کہاں سے اس قصہ نے ان کو مشتبہ کر دیا؟

☼☼☼

---

(۱) سورۂ برأت: ۷۵

Marfat.com

ثعلبہ کا قصہ کتب تفسیر میں

علمائے تفسیر کے درمیان اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر میں اسباب نزول کی بڑی اہمیت ہے اور ان کے بہت سے فوائد ہیں۔ یہاں ہم چند فوائد ذکر کر رہے ہیں:

۱- پہلا فائدہ یہ ہے کہ اس حکمت کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے جو آیت کے اندر وارد حکم کی مشروعیت کا باعث بنی۔

۲-دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آیت کے معنی سے واقفیت اور اس کی مراد سمجھ میں آجاتی ہے۔ شیخ ابوالفتح قشیری فرماتے ہیں:

"کتاب عزیز کے معنی کو سمجھنے کے لئے سبب نزول کا بیان، ایک قوی اور اہم ذریعہ ہے، صحابہ کرام کو اس کا علم ان قرائن کے ذریعہ ہوا جو حالات کا احاطہ کیے ہوتے۔

۳- ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے حصر کا وہم دفع ہو جاتا ہے۔

امام شافعی اس آیت (قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس (۱)

"اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ جو وحی میری طرف بھیجی گئی ہے، میں اس میں کوئی چیز کسی کھانے والے پر جو اس کو کھائے، حرام نہیں پاتا، مگر یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو، کیونکہ وہ ناپاک ہے...... الخ" کے معنی کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ کفار نے جب اللہ تعالی کی حلال کردہ اشیاء کو حرام اور حرام کردہ اشیاء کو

---

(۱) الانعام :۱۴۵۔

Marfat.com

حلال کر لیا اور وہ اپنی ضد اور مخالفت پر قائم رہے تو یہ آیت کریمہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کے جواب میں نازل ہوئی، گویا اللہ تعالی نے کہا کہ حلال صرف وہی ہے جس کو تم نے حرام کیا اور حرام صرف وہی ہے جسے تم نے حلال کیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ آج تم حلوہ نہ کھاؤ، اور تم ضد میں کہو کہ آج میں صرف حلوہ ہی کھاؤں گا، اس کا مقصد ظاہر ہے، ضد اور مخالفت ہے۔ اثبات و نفی نہیں۔

گویا کہ اللہ تعالی نے کہا کہ تم لوگوں نے مردار، خون سور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے جانوروں کو حلال کر لیا ہے، صرف یہی حرام ہیں۔

لیکن اللہ تعالی کی مراد یہ نہیں ہے کہ ان کے علاوہ سب حلال ہیں، کیونکہ یہاں تحریم کو ثابت کرنا مقصود ہے نہ کہ حلال کو۔ (۱)

جب آیات کے سبب نزول کی معرفت کے یہ فوائد ہیں تو ان اسباب کا جاننا ہر اس شخص کے لیے لازم ہے جو تفسیر کے لیے سینہ تان کر بیٹھے تاکہ وہ شارع کے مقصد تک رسائی حاصل کرنے اور اس حکمت کو جان لے جو حکم کی مشروعیت کا سبب بنی۔ اور یہ آیت کریمہ (ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله لنصدقن ولكونن من الصالحين) (ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ نے ہم کو اپنے فضل سے نوازا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور نیکو کار بن جائیں گے۔) جس میں منافقین کا ذکر ہے، اس بات کی طرف قطعی اشارہ کرتی ہے کہ بعض منافقین نے حقیقت میں یہ بات کہی تھی، خواہ علانیہ اس کو کہا تھا یا پوشیدہ طور پر، تاہم انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا، بلکہ بخل سے کام لیا اور عہد الہی سے روگردانی کی۔

بہت سے مفسرین نے ثعلبہ کے قصہ کو ان آیات کے سبب نزول کے طور پر ذکر کیا ہے، چنانچہ آئندہ سطور میں اس کا ایک جائزہ پیش کروں گا اور اگر کوئی مفسر،

---

(۱) البرہان للزرکشی ۱/ ۲۴، اور امام شافعی نے بھی تقریباً یہی معنی "الرسالة" میں ذکر کیے ہیں۔ فقرات: ۵۵۵-۵۵۹، ۶۴۱ اور بیہقی کی مناقب الشافعی ۱/ ۲۹۳ میں۔

Marfat.com

دوسرے سے کسی اہم چیز میں منفرد ہوگا تو اس کی طرف بھی اشارہ کروں گا، اس وضاحت کے ساتھ جن کتب تفسیر میں وہ روایات موجود ہیں جو سلف سے اسناد کے ساتھ منقول وماثور ہیں، ان کا ذکر میں ایک مستقل بحث کے لیے چھوڑ دوں گا۔

امام احمد بن علی رازی (۱) جصاص (م ۳۷۰ھ) کے متعلق یہ بات قابل ذکر ہے کہ انہوں نے ثعلبہ کے اس قصہ کو بالکل نظر انداز کر دیا اور اپنے قلم کو اس میں ملوث نہیں کیا، تاہم اس سے ایسے فقہی احکام کا استنباط کیا ہے جو نذر کے ساتھ مخصوص ہیں، لہذا ان کو وہاں ملاحظہ کریں، کیونکہ وہ بہت عمدہ اور بدیع ہیں۔

امام الکیا الہراسی طبری (م ۵۰۴ھ) نے اپنی کتاب "احکام القرآن" (۲) میں ان آیات کے دو سبب نزول کے ذکر کیے ہیں، ایک حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں ہے اور دوسرے میں کہا گیا ہے کہ یہ ان منافقین کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کر کے اس کی خلاف ورزی کی تھی۔

زمخشری (ت ۵۳۸ھ) نے "کشاف" میں ذکر کیا ہے۔

(روی ان ثعلبة بن حاطب قال : یا رسول الله ، ادع الله ان یرزقنی مالا ......) روایت کی گئی ہے کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالی مجھے مال و دولت سے نوازے......"

یہاں انہوں نے پورا قصہ ذکر کیا ہے، لیکن اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔
حافظ ابن حجر نے تخریج "کشاف" میں اس کے متعلق کہا ہے کہ "یہ سخت ضعیف" ہے۔

اوپر جو میں نے زمخشری کے متعلق یہ کہا کہ انہوں نے قصہ کو ذکر کر کے "کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے" تو میرے اس قول پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کی "روی" کا صیغہ تحریض اور تضعیف ہی کے لیے ہوتا ہے، کیونکہ متقدمین کے یہاں ان اصطلاحات کی

---

(۱) احکام القرآن للجصاص ۴/۳۵۰ (۲) تفسیر الکشاف ۲/۲۰۳

Marfat.com

پابندی نہیں ملتی ہے، جنہیں متاخرین نے بعد میں بنائی ہیں۔ خود زمخشری بسا اوقات صحیحین کی احادیث نقل کرتے وقت "روی" کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ ابو بکر بن عربی مالکی (ت ۵۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱- پہلا قول یہ ہے کہ آیت اس سلسلے میں نازل ہوئی کہ عمر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے ثعلبہؓ کے رشتہ دار کو قتل کر دیا، اس پر انہوں نے عہد کیا کہ اگر انہیں خون بہا ملا تو وہ اس میں سے اللہ تعالی کا حق ادا کریں گے، لیکن خون بہا مل جانے کے بعد انہوں اپنے عہد و پیمان کا پاس نہیں کیا۔

۲- دوسرا قول یہ ہے کہ شام میں ثعلبہؓ کا کچھ مال تھا، انہوں نے نذر مانی کہ اگر یہ مال شام سے ان کے پاس پہونچ گیا تو وہ اس میں سے صدقہ کریں گے، لیکن جب مال ان کے پاس آیا تو انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

۳- تیسرا اور سب سے صحیح قول یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ دعا کیجئے کہ "اللہ تعالی مجھے مال و دولت عطا کرے" الخ یہاں پورا قصہ ذکر کر کے ابن عربی نے کہا کہ یہی مشہور حدیث ہے۔(۱)

ابن الجوزی (ت ۵۹۷ھ) نے آیت کے سبب نزول کے سلسلے میں چار اقوال ذکر کیے ہیں (۲) اور ثعلبہ بن حاطب، معتب بن قشیر اور نبتل بن حارث، ان اسباب کے بھینٹ چڑھے ہیں۔

امام رازی نے ذکر کیا ہے (۳) کہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی، تاہم انہوں نے کہا کہ اس آیت کے سبب نزول کے متعلق مشہور یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال و دولت دے۔ ......

---

(۱) احکام القرآن لابن العربی ۲/ ۹۸۱ (۲) زاد المسیر لابن الجوزی ۳/ ۴۷۲
(۳) مفاتیح الغیب للرازی ۱۶/ ۱۳۸

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا: ”آیت بظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعض منافقین نے اللہ تعالی سے یہ عہد کیا کہ اگر وہ انہیں مال ودولت عطا کرتا تو وہ ان میں سے کچھ نیک کاموں میں خرچ کرتے، چنانچہ اللہ تعالی نے انہیں مال ودولت سے نوازا، لیکن انہوں نے اپنے عہد کا پاس نہیں۔“

اور امام قرطبی (ت ۶۷۱)(۱) قتادہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ جس نے اللہ تعالی سے عہد کر کے پورا نہیں کیا تھا وہ ایک انصاری تھے۔

اور پھر ابن عبدالبر کا قول اور ان کا شک ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

”ثعلبہ بدری انصاری ہیں اور ان حضرات میں سے ہیں، جن کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایمان کی گواہی دی ہے، لہذا جو کچھ بھی ان کے متعلق بیان کیا گیا ہے، صحیح نہیں ہے۔

پھر ضحاک کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ”آیت نبتل بن حارث، جد بن قیس اور معتب بن قشیر جیسے منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔“

اس کے بعد فرمایا کہ: ”انہیں لوگوں کے بارے میں آیت کا نزول زیادہ قرین قیاس ہے۔“

اس قصہ کو رد کرنے اور اس پر عدم صحت کا حکم لگانے میں امام قرطبی کی تحقیق کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھنے کے باوجود ہم ان کے اس سلسلے میں مخالفت کریں گے کہ یہ آیات، نبتل بن حارث، جد بن قیس اور معتب بن قشیر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

ان لوگوں کو نفاق کے ساتھ متصف کیا جائے، ہم اس سے متفق نہیں ہیں، اور نہ اس پر راضی ہیں، کیونکہ یہ تینوں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں اور جیسا کہ ظاہر ہے، یہ لوگ حقیقی طور پر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

---

(۱) تفسیر القرطبی ۸/۲۰۹ اور اس کے آگے۔

Marfat.com

لہذا ان میں سے کسی پر نفاق کا حکم لگانا، اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ ہمارے نزدیک یہ بات شارع سے ثابت نہ ہو جائے، یا اثبات کی معتبر دلیلیں نہ ہوں۔ ان تینوں صحابہؓ کرام کے بارے میں آگے میں تفصیل سے کلام کروں گا، لہذا اسے وہیں پر ملاحظہ کریں۔

البتہ یہاں پر یہ یاد دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سند کے اعتبار سے یہ قصہ کسی بھی متعین شخص کے متعلق ثابت نہیں ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا منافق و مرتد، زیادہ سے زیادہ یہ قصہ جو بات ثابت کرتا ہے وہ یہ کہ بعض منافقین نے یہ بات کہی تھی، یا اپنے دل میں اس کا ارادہ کیا تھا۔

امام علاء الدین خازن (١) (ت ٦٧٨ھ) نے آیت کے متعدد شان نزول ذکر کرنے کے بعد امام رازی کی مذکورہ بات نقل کر دی ہے، اور مزید کچھ نہیں کہا ہے۔

امام بیضاوی (٢) (ت ٦٩١ھ) نے فرمایا کہ: (نزلت فی ثعلبة بن حاطب) ”آیت ثعلبہ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی۔“ اور اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

البتہ ابن کثیر (ت ٧٧٤ھ) جن کی تفسیر بہت مشہور ہے اور علماء و طلباء کے نزدیک زیادہ قابل اعتماد ہے، فرماتے ہیں۔ (٣)

”بہت سے مفسرین نے جن میں ابن عباس اور حسن بصری بھی ہیں، ذکر کیا ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے اور اس کے شان نزول کے سلسلے میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے جسے ابن جریر نے یہاں سورہ توبہ میں اور ابن ابی حاتم نے معان بن رفاعہ، علی بن یزید، قاسم مولی عبدالرحمٰن بن یزید بن معاویہ کے واسطے سے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔...... الخ“

---

(١) تفسیر الخازن ٣/١٢٦

(٢) تفسیر البیضاوی ٣/٧٥ اور حاشیۃ الشہاب ٤/٣٤٦ میں فرماتے ہیں، شان نزول کے بارے میں یہی صحیح ہے۔

(٣) تفسیر ابن کثیر ٢/٣٧٣

Marfat.com

اور پھر انہوں نے پورا قصہ طبرانی کی روایت کی مانند ذکر کیا ہے اور کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے، جب کہ اپنی کتاب "البدایہ والنہایہ" (۱) میں ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کو اہل بدر میں شمار کیا ہے۔

لہذا یہاں پر ان کا سکوت تعجب خیز ہے، خصوصا جب کہ دونوں روایتیں ابن عباس اور حسن بصری سے باطل ہیں۔

حافظ سیوطی (ت ۹۱۱ھ) نے اپنی متعدد تصانیف میں اس قصہ کو ذکر کیا ہے (۲) چنانچہ "الدر المنثور" میں انہوں نے وہ تمام چیزیں ذکر کر دی ہیں جو اس سلسلے میں اہل علم سے وارد ہوئی ہیں، لیکن اس کے علاوہ اس پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔

اور "الاکلیل" میں اس قصہ سے انہوں نے متعدد احکام کا استنباط کیا ہے۔

البتہ "لباب النقول" میں اس کی سند کے متعلق فرمایا کہ ضعیف ہے، جب کہ "الجامع الصغیر" میں اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے اور "الحادی للفتاوی" میں اسے اس بنیاد پر رد کیا ہے کہ ناموں میں مشابہت ہے، چنانچہ میں نے پچھلے صفحات میں بیان کیا۔

بڑی عجیب بات ہے کہ امام ابو السعود (ت ۹۵۱ھ) نے اپنی تفسیر کے مختصر ہونے کے باوجود اس پورے قصہ کو بیان کیا ہے (۳) اور پھر کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ آیت ثعلبہ بن حاطب کے سلسلے میں نازل ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ نبتل بن حارث اور معتب بن قشیر کے بارے میں نازل ہوئی، لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

---

(۱) البدایہ والنہایہ ۳/۳۱۶

(۲) الدر المنثور ۳/۲۶۰ الاکلیل فی استنباط الاحکام من التنزیل ص ۱۲۱، الجامع الصغیر مع شرحہ الفیض ۴/۵۲۷ الحادی للفتاوی ۲/۹۶-۹۷۔ یہاں یہ یاد دلا دینا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مناوی نے فیض القدیر میں اس قصہ کے ضعف کو بیان کر دیا ہے اور بیہقی کا کلام بھی نقل کر دیا ہے۔

لہذا کوئی شخص اس سے فریب نہ کھائے کہ سیوطی نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے، شیخ البانی نے صحیح الجامع الصغیر اور ضعیف الجامع کے مقدمہ میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(۳) ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم ۴/۸۵

5

Marfat.com

اس سلسلے میں آلوسی کا کلام شہاب خفاجی کے اس کلام کے مشابہ ہے جو بیضاوی پر ان کے حاشیہ میں موجود ہے۔

چنانچہ انہوں نے اس آیت کے متعدد اسباب نزول بیان (۱) کرنے کے ساتھ دو روایتیں بھی ذکر کی ہیں، جو ثعلبہ بن حاطب کے نام کی صراحت کرتی ہیں۔

ان میں سے ایک میں مذکور ہے کہ وہ اپنی کثرت عبادت، بیت اللہ میں بار بار آنے جانے، ذکر واذکار اور زہد وعبادت میں مسلسل لگے رہنے کی وجہ سے حمامۃ المسجد (مسجد کا کبوتر) تھے، مگر چونکہ فقیر تھے۔ اس لیے نبی ﷺ سے درخواست کیا کہ وہ ان کے لیے مالداری و تونگری کی دعا کریں، ان کے کئی بار مطالبہ کرنے پر نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا کی......... الخ

اس دوسری روایت میں وہی مشہور قصہ ہے، جسے مختصر طور پر میں نے کتاب کے شروع میں بیان کیا ہے۔

پھر انہوں نے کہا: آیت ثعلبہ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور انہیں ثعلبہ بن ابی حاطب بھی کہا جاتا ہے۔ وہ بنو امیہ بن زید میں سے ہیں لیکن یہ وہ مشہور بدری نہیں ہیں، کیونکہ وہ تو غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔"

پھر آلوسی نے آیت کے دوسرے متعدد شان نزول ذکر کر کے اسی کو ترجیح دیا ہے کہ وہ ثعلبہ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا: "پہلا ہی مشہور ہے اور وہی اسباب نزول کے بارے میں صحیح بھی ہے۔"

✡✡✡

---

(۱) روح المعانی للآلوسی ۱۰/ ۱۴۳ اور اس کے آگے۔

Marfat.com

آلوسی کا کلام متعدد وجوہ سے محل نظر ہے

۱- پہلی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صاحب قصہ کو ثعلبہ بن حاطب یا ثعلبہ بن ابی حاطب کے نام سے موسوم کیا ہے اور یہ صراحت کی ہے کہ وہ بنی امیہ بن زید میں سے ہیں، اور ساتھ ہی اس کی نفی بھی کی ہے کہ یہ وہی مشہور بدری صحابی ہیں۔

آلوسی کا کلام یہاں دو ہی معنی کا احتمال رکھتا ہے۔

پہلا یہ کہ بنی امیہ بن زید کے دو آدمی اس نام کے ہیں جن میں سے ایک بدری ہیں اور دوسرے بدری نہیں ہیں۔

یہ ایک دعوی ہے لیکن شیخ نے اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی اور کوئی اس پر دلیل پیش بھی نہیں کر سکتا، اس سلسلے میں حافظ ابن حجر کے ساتھ بحث گزر چکی ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب بدری تو بنی امیہ بن زید میں سے ہوں، اور ان کے علاوہ ایک اور ثعلبہ بن حاطب یا ثعلبہ بن ابی حاطب ہوں جو نہ بدری ہوں اور نہ ہی بنی امیہ بن زید میں سے ہوں۔

اسی احتمال کو کتاب کے بعض قارئین نے سمجھا ہے۔

اگر اس احتمال کو ہم تسلیم کر لیں تو کس بنیاد پر؟ دوسرا شخص جو بدری نہیں ہے، اس کے وجود پر دلیل قائم کرنے کی کیا سبیل ہو سکتی ہے؟

صحابہ کے تذکرے سے متعلق جو کتابیں ہیں ان میں اس بدری کے علاوہ کسی اور کا ذکر نہیں ہے اور جس نے بھی ان کے علاوہ کسی اور کا ذکر کیا ہے تو "قیل" جیسے صیغۂ تحریض سے کیا ہے، پھر آخر کار اسی کو ترجیح دی ہے کہ یہ وہی بدری ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر کے ساتھ بحث میں گزرا۔

Marfat.com

اور یہ مسلمہ امر ہے کہ احتمالات سے احکام ثابت نہیں ہوتے اور نہ کوئی دانشمند اس پر یقین رکھتا ہے کہ محض دعوی کر دینے سے دعوی ثابت ہو جاتا ہے۔

امام ذہبی "تجرید" میں فرماتے ہیں کہ (۱)

"میرا گمان ہے کہ میری اس کتاب میں جن لوگوں کا ذکر آیا ہے، ان کی تعداد آٹھ ہزار تک پہونچتی ہے، لیکن ان میں سے اکثر غیر معروف ہیں۔"

ذہبی نے تمام صحابہ کے ناموں کو شمار کرنے کی کوشش کی ہے خواہ وہ روایت کرنے والے ہوں یا روایت کرنے والے نہ ہوں، چنانچہ انہوں نے ایسے اٹھائیس صحابی کو ذکر کیا ہے۔ (۲)

جن کا نام ثعلبہ ہے، تاہم انہوں نے ان میں سے صرف ایک ہی ثعلبہ بن حاطب کا ذکر کیا ہے اور صراحت کی ہے کہ یہی صاحب قصہ ہیں اور قصہ کو بھی سخت منکر قرار دیا ہے۔

تو پھر کہاں سے اور کس طرح سے یہ غیر بدری آگئے؟

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ غزوۂ احد میں ثعلبہ بدری کی وفات کی قطعیت پر کوئی معمولی دلیل بھی موجود نہیں ہے، اس پر دلیل اسی شخص کے نزدیک ہو سکتی ہے جو کسی چیز کے ذکر کر دینے کو دلیل سمجھتا ہو۔ بلکہ بہت سے متقدمین نے ذکر کیا ہے کہ وہ خلافت عثمان تک زندہ رہے اور ان کی ذریت بھی موجود ہے۔

۳- تیسری وجہ یہ ہے کہ اس قصہ کی صحت پر آلوسی کا یقین کر لینا تعجب خیز ہے۔ کیونکہ ان سے پہلے متعدد حفاظ و محدثین نے اس پر وہن اور ضعف کا حکم لگایا ہے۔ کسی ایک محدث سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ اس نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور پھر اس قصہ کی اسانید ہمارے سامنے ہیں تو آخر کیسے انہوں نے یہ تصحیح کی۔

اہل بدر کی تعریف و توصیف اور ان کے لیے مغفرت کا جو وعدہ کیا گیا ہے،

---

(۱) مقدمہ التجرید (۲) التجرید رقم ۶۱۹-۶۴۶

Marfat.com

یقیناً آلوسی کو اس کا علم تھا۔ اس بنا پر انہوں نے چاہا کہ ثعلبہ بن حاطب کو بری کر کے، اس مشہور قصہ کو کسی اور کے ساتھ چسپاں کر دیں، چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ حافظ ابن حجر نے ثعلبہ بن حاطب اور ثعلبہ بن ابی حاطب کے درمیان تفریق کی ہے، اور بہت سے لوگوں نے ثعلبہ بدری کے ساتھ اس قصہ کے تعلق کو بعید مانا ہے۔ لہذا انہوں نے اسے اس ثعلبہ کے حق میں قرار دے دیا جو بدری نہیں ہیں اور ساتھ ہی اس کی تصحیح بھی کر دی، حالانکہ ان کا یہ فعل، مدعی علیہ شیٔ کو بھی ثابت کرنے سے قاصر ہے، چہ جائیکہ اس سے متعلق کوئی قصہ ثابت ہو، واللہ اعلم۔

امام شوکانی (ت ۱۲۵۰ھ) اور علامہ نواب حسن خان (ت ۱۳۰۷ھ) نے اس قصہ کو بغیر کسی تعلیق کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے (۱) اس قصہ کی ادبی لطافت و جدت نے شیخ جمال الدین قاسمی پر ایسا جادو کیا کہ وہ اس قصہ کے ہی گرویدہ ہو گئے اور اپنی تفسیر میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرنے کے باوجود ثعلبہ کے ساتھ نبی ﷺ کے طریقۂ عمل کی توجیہ و تاویل، تین صفحات میں بیان کرتے چلے گئے ہیں۔

اس کے بعد مفسرین میں سے دو شخص اور ہیں، جنہوں نے غیر معمولی تشکیک کے ساتھ اس قصہ سے تعرض کیا ہے۔

چنانچہ سید رشید رضا نے ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا یہ پورا قصہ طبرانی وغیرہ کی روایت کے مطابق ذکر کر کے اس پر یہ تعلیق لگائی ہے:

"حدیث میں کچھ ایسے اشکال ہیں جو آیات کے شان نزول اور ثعلبہ کی توبہ کی عدم قبولیت سے تعلق رکھتے ہیں، جبکہ بظاہر حدیث، خصوصاً ان کی آہ و بکا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سچی توبہ تھی اور اس وقت عمل اس پر تھا کہ منافقین کے ظاہری حالات کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کیا جاتا تھا، نیز آیات کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ بخل و اعراض سے وہ توبہ نہیں کریں گے اور نفاق پر ہی ان کی وفات ہو گی اور یہ کہ نبی

---

(۱) فتح القدیر للشوکانی ۲/ ۳۸۵، فتح البیان لصدیق حسن خان ۴/ ۱۶۷، محاسن التاویل للقاسمی ۸/ ۳۲۰۸، روح المعانی للآلوسی ۱۰/ ۱۴۳ نیز ملاحظہ کریں: طنطاوی جوہری کی تفسیر الجواہر ۲/ ۱۶۵

Marfat.com

ﷺ اور آپ کے دونوں خلیفہ نے اسی کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کیا نہ کہ ظاہر شریعت کے مطابق، اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے، جس کی اسلام میں کوئی نظیر نہیں ہے۔ (۱)

سید قطب نے بھی مذکورہ آیات کے شان نزول کے طور پر اس قصہ کو ذکر کر کے کہا: "خواہ یہی واقعہ نزول آیات سے متعلق ہو یا کوئی دوسرا، بہر کیف یہ نص عام ہے اور ایک عام صورت حال کو بیان کرتی ہے اور ان نفوس کی بار بار مثال پیش کرتی ہے جو غیر یقینی کیفیت میں مبتلا تھے اور جن کے اندر ایمان ابھی جاگزیں نہیں ہوا تھا۔

اور اگر اس واقعہ کو نزول آیات سے مربوط کرنے کے سلسلے میں روایت صحیح ہے تو چونکہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم تھا کہ نقض عہد اور اللہ کی بابت جھوٹ کہنا ہی مخالفین کے دلوں میں قیامت تک کے لیے نفاق کا باعث بنا۔ اس لیے ہو سکتا کہ اسی چیز نے آپ کو ثعلبہ کا صدقہ اور ان کے ظاہر کردہ توبہ، قبول کرنے سے باز رکھا ہو اور ان کے ساتھ ظاہر شریعت کے مطابق معاملہ نہ کیا ہو بلکہ اپنے اس علم کے مطابق معاملہ کیا ہو جو آپ کو ان کے حالات کے بارے میں یقینی طور پر تھا، کیونکہ آپ کو یہ اس ذات کی طرف سے بتلایا گیا تھا، جو علیم و خبیر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ان کے صدقہ واپس کرنے کی کاروائی ایک تادیبی کاروائی تھی، تاہم آپ نے ان کو مرتد نہیں قرار دیا، کہ ارتداد کی سزا میں وہ ماخوذ ہوں اور نہ ہی مسلمان شمار کیا کہ ان کی زکوۃ قبول کرلی جائے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ منافقین سے شرعی طور پر زکاۃ ساقط کردی گئی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ جن امور میں یقینی علم نہیں، شریعت ان میں لوگوں کے ظاہری حالات کے مطابق ان کی گرفت کرتی ہے جیسے کہ وہ علم یا حکم جو کسی خاص واقعہ کے سلسلے میں ہو تو اس پر کچھ قیاس نہیں کیا جائے گا۔ (۲)

---

(۱) تفسیر المنار ۱۰/۴۸۴ (۲) فی ظلال القرآن

Marfat.com

سید قطب نے اس روایت کی صحت کو مشکوک قرار دیا اور آیت کو عام شمار کیا ہے جو ایسے مریض نفوس کی تصویر پیش کرتی ہے جو ہر زمان و مکان میں پائے جاتے ہیں۔

بالفرض یہ واقعہ اگر صحیح ہو تو صاحب واقعہ کے ساتھ ظاہر شریعت کے مطابق معاملہ نہیں کیا گیا یعنی ان کی توبہ اور صدقہ قبول نہیں کیا گیا اور بلاشبہ یہ ان کے لیے ایک تادیبی سبق تھا۔

اور یہ درست نہیں ہے کہ کسی منکر زکاۃ کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کیا جائے اگر یہ صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ ایسا معاملہ واقعی ہوا ہے، سید قطب غالباً یہی کہنا چاہتے ہیں۔

یہ تھیں وہ تفاسیر جن کی طرف میں نے رجوع کیا، تاکہ ثعلبہؓ کے قصہ کے سلسلے میں ان کے مؤلفین کا نقطۂ نظر معلوم کر سکوں، اس دوران میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ بعض مفسرین نے اس واقعہ کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور اسے اپنی تفسیر میں ذکر نہیں کیا، لیکن اکثر مفسرین نے اس واقعہ کو ذکر کرنے کے ساتھ دوسرا واقعہ بھی ذکر کیا ہے، اور سکوت کیا ہے۔

بہت کم ایسے مفسرین ہیں جنہوں نے اس قصہ کی تضعیف نقل کی ہے، یا خود اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متاخر متقدم سے نقل کرتا ہے لہذا غلطی کی بنیاد ایک ہی ہے اور وہ ہے بہت سے مفسرین کا اصلی مصادر و مراجع کی طرف رجوع نہ کرنا اور متقدم کی معلومات پر متاخر کا اعتماد کر لینا۔

میری واقفیت کے مطابق، قرطبی، متقدمین مفسرین میں تنہا ہیں جنہوں نے اس قصے کی تضعیف کی ہے تاہم وہ ایک اور ہی غلطی کا شکار ہو گئے ہیں کہ بغیر کسی دلیل کے انہوں نے نبتل بن حارث۔ جد بن قیس اور معتب بن قشیر کے ساتھ اس واقعہ کو چسپاں کر دیا۔

Marfat.com

البتہ رشید رضا اور سید قطب نے اس واقعہ کو شک کی نظر سے دیکھا ہے، اس لیے کہ یہ منافقین کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق وسلوک اور نظام شریعت کے مخالف ہے چہ جائیکہ گنہ گار توبہ کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا گیا ہو۔ اگر یہ دونوں حضرات اس پر مطلع ہونے کہ بیہقی وغیرہ کے یہاں اس قصے کی تضیعف کی گئی ہے تو غالباً اس قصہ کے متعلق ان کی رائے کچھ اور ہی ہوتی۔ واللہ اعلم۔

☼☼☼

Marfat.com

ثعلبہ کا قصہ کتب روایت میں

کتب روایت وہ کتابیں ہیں جو پہلے کے لوگوں کے آثار سند کے ساتھ نقل کرتی ہیں، اس سے قطع نظر کہ سند صحیح ہے یا نہیں۔

میرے علم کے مطابق جن کتب روایت نے اس قصہ کو بیان کیا ہے وہ یہ ہیں: تفسیر طبری (۱) (۳۱۰ھ)، بغوی (۳۱۷ھ) کی معجم الصحابہ، تفسیر ابن ابی حاتم (۳۲۷ھ) ابن قانع (۳۵۱ھ) کی کتاب الصحابہ، طبرانی (۳۶۰ھ) کی معجم کبیر، بیہقی (۴۵۸ھ) کی دلائل النبوۃ، اور واحدی (۴۶۸ھ) کی اسباب النزول۔

بقدر امکان مجھے تمام کتب روایت کی چھان بین کرنے کا موقع ملا، لیکن میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ ابن کثیر ابن حجر اور سیوطی جیسے حفاظ نے صراحت کی ہے کہ یہ قصہ دو سند سے روایت کیا گیا ہے۔ ابن عباس اور ابو امامہ سے اور دونوں سندیں فرو ہیں اور صحیح نہیں ہیں۔

اس بنا پر میں نے خیال کیا کہ دوسری روایت کے مصادر کی تلاش و جستجو بلا فائدہ وقت اور محنت کو ضائع کرنا ہے۔ اور چونکہ طبری نے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ، تفصیل سے اس قصہ پر کلام کیا ہے اور اسناد کے اعتبار سے سب سے قدیم بھی ہیں، لہذا میں نے انہیں کی روایات واسانید پر اعتماد کیا ہے، اس حیثیت سے کہ تمام اسانید معان بن رفاعہ تک پہونچتی ہیں۔

---

(۱) ملاحظہ کریں: تفسیر الطبری ۱۴/ ۳۶۹-۳۸۰، معجم الصحابہ للبغوی (ق-۶۰ / ب) تفسیر ابن ابی حاتم (۵/ ۷۱ / ب-۷۳ /) وکتاب الصحابہ لابن قانع (ق ۱۸ / ب-۱۹/ ۱)المعجم الکبیر للطبرانی ۸ / ۲۶۰ رقم ۷۸۷۳ من حدیث ابی امامہ دلائل النبوۃ للبیہقی ۵ / ۲۸۹-۲۹۲ من حدیث ابن عباس وابی امامہ المطول اور اسباب النزول للواحدی ص ۲۵۲ من حدیث ابی امامۃ المطول۔

Marfat.com

اس قصہ کو روایت کرنے پر کوئی شخص جلد بازی میں امام طبرانی اور بیہقی وغیرہ کو مورد الزام نہ ٹھہرائے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی کتاب کی ابتداء میں اپنے منہج کی وضاحت کر دی ہے چنانچہ امام طبرانی نے اپنی کتاب کے خطبہ میں فرمایا ہے کہ (۱)

"ہماری یہ تالیف رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والے ان تمام مردوں اور عورتوں کے تذکروں پر مشتمل ہے، جن کے حالات ہم کو معلوم ہوئے اور ان کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق ہے۔ ابتدا میں نے عشرۂ مبشرہ سے کی ہے کیونکہ شرف وفضیلت میں کوئی ان پر مقدم نہیں ہے، ان لوگوں کی روایت کی کثرت قلت کے مطابق میں نے ہر ایک سے ایک حدیث یا دو حدیث یا تین یا اس سے زیادہ حدیث روایت کی ہے، البتہ جو لوگ قلیل الروایۃ ہیں، میں نے ان کی تمام حدیثیں بیان کر دی ہیں۔

امام طبرانی بسا اوقات کسی صحابی کے لیے خاص فصل قائم کرتے ہیں، جس میں وہ ذکر کرتے ہیں(ومن غرائب حديث فلان) (۲) اپنے مذکورہ اصولوں کے مطابق انہوں نے ابو امامہ کی تمام احادیث کی روایت کا اہتمام کیا ہے، اسی وجہ سے انہوں نے کہا (وما أسند ابو أمامة) اور ان کی وہ تمام مسند حدیثیں بیان کیں جو ان تک پہونچیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ امام طبرانی نے اپنی کتاب اس مقصد سے تالیف کی ہے تاکہ ان تمام صحابہ کی تعداد کو شمار کریں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث روایت کی ہے خواہ وہ مقلین میں سے ہوں یا مکثرین میں سے اور اپنی کتاب کے منہج کے مطابق ہر صحابی کا تذکرہ کیا ہے، پھر اس کی چند احادیث ذکر کی ہیں خاص طور پر وہ احادیث جن میں یہ صحابی منفرد ہوں یا ان کی احادیث غرائب میں سے ہوں۔ خواہ ان کی اسناد صحیح ہوں یا نہ ہوں۔

---

(۱) المعجم الکبیر ۱/ ۳

(۲) جیسے کہ ابوذر کی احادیث ۲/ ۱۵۹ اور جابر بن عبد اللہ کی احادیث ۲/ ۱۹۷ ہیں جن کا انتخاب انہوں نے کیا ہے۔

Marfat.com

لہذا امام طبرانی کے اس منہج پر ان کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا بلکہ اللہ تعالی انہیں جزائے خیر دے کہ انہوں نے غرائب اور مفرد احادیث کا اتنا بڑا ذخیرہ ہمارے لیے جمع کیا جو ان کی کتاب کے علاوہ اور کسی مسند کتاب میں موجود نہیں ہے اور ان احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کو امام طبرانی معجم میں اپنی سند سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

جو شخص اسے جاننا چاہے وہ ہیثمی کی مجمع الزوائد کی طرف رجوع کرے، انہوں نے ان مفردات کی طرف اشارہ کر کے ان کا درجہ بھی بیان کر دیا ہے۔

امام طبرانی اس سلسلے میں کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ تمام محدثین نے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اپنی کتابوں میں صحت کی شرائط لگائی ہے۔ صحیح حسن اور ضعیف روایات بیان کی ہیں اور چونکہ اس وقت علم حدیث کے طلبہ کو رواۃ کے حالات کا عام طور پر علم تھا، اس لیے بہت سے محدثین نے بری الذمہ ہونے کے لیے اسناد کا وجود کافی سمجھتے ہوئے بسا اوقات بغیر کسی تنبیہ کے موضوع احادیث بھی روایت کی ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں: (۱)

اپنی اصولی و فروعی تصانیف میں میری عادت، صرف صحیح حدیثوں پر اقتصار کرنا، یا صحیح اور غیر صحیح کے مابین تمیز کرنا ہے تاکہ اہل سنت میں سے جو بھی ان کا مطالعہ کرے اسے معتبر احادیث کے سلسلے میں بصیرت حاصل رہے اور اہل بدعت میں سے جس کا دل احادیث قبول کرنے سے منحرف ہو، اسے ان احادیث و آثار میں کوئی عیب و برائی نہ ملے، جن پر اہل سنت نے اعتماد کیا ہے، نیز وہ فرماتے ہیں۔ (۲)

"اور معلوم ہونا چاہئے کہ ہر وہ حدیث جو میں نے اس کتاب میں بیان کی اس کے بعد ایک ایسی بات ذکر کی ہے، جو اس کی صحت کی طرف اشارہ کرتی ہے، یا اسے مبہم چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ میری تخریج کے مطابق وہ مقبول ہے اور جو روایت میں ایسی سند

---

(۱) دلائل النبوۃ ۱/۴۷ (۲) حوالہ مذکور ۱/۴۶

Marfat.com

سے ذکر کروں گا جس میں ضعف ہوگا تو اس کی طرف اشارہ کردوں گا، لیکن میرا اعتماد دوسری روایت پر ہوگا۔

چنانچہ انہوں نے ابن عباس کی حدیث ذکر کر کے اس کے بعد ہی ابوامامہ کی حدیث بیان کی اور فرمایا(۱)

"یہ مفسرین کے نزدیک مشہور حدیث ہے اور ضعیف سندوں سے موصولا بیان کی جاتی ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کا ثعلبہ کی توبہ اور ان کا صدقہ قبول کرنے سے انکار کرنا صحیح ہو تو شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ آپ کو ان کے نفاق، اور اس پر ان کی موت کا علم پہلے سے رہا ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر آیت نازل کی، لہذا آپ نے انہیں اہل صدقہ میں شمار نہ کر کے ان سے صدقہ نہیں لیا۔ واللہ اعلم"

البتہ طبری نے صحیح احادیث روایت کرنے کی شرط نہیں لگائی ہے، ہاں ابن ابی حاتم نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ وہی حدیثیں لائیں گے جو ان کو اس باب (۲) میں سب سے صحیح ملیں گی، لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ حقیقت میں صحیح ہوں گی۔ رہی بات واحدی (۳) کی تو انہوں نے اپنی کتاب کو باطل احادیث سے بھر دیا ہے۔

☼☼☼

(۱) حوالہ مذکور ۵/ ۲۹۲

(۲) مقدمہ تفسیرہ۔ تحقیق الدکتور احمد عبداللہ الزہرانی

(۳) ملاحظہ کریں، سید احمد صقر کی "اسباب نزول القرآن" کا مقدمہ

Marfat.com

ثعلبہ وغیرہ کے نام کی صراحت کرنے والی روایات

امام طبری نے فرمایا: (۱)

" القول فی تاویل قوله (ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين ، فلما اتاهم من فضله بخلوا به وتولوا وهم معرضون ، فاعقبهم نفاقا فی قلوبهم الی یوم یلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا یكذبون (۲)

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تاویل کے بارے میں بحث:

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! جن منافقین کی صفت میں نے آپ سے بیان کی ہے، ان میں وہ بھی ہیں، جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے نوازا، مال ودولت عطا کی، اور وسعت وکشادگی دی تو ہم اس کے عطا کردہ مال کی زکوۃ ادا کریں گے اور نیک لوگوں کی طرح ہم بھی اس کے ذریعہ صلہ رحمی کریں گے اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ کریں گے۔

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کے مطابق اپنے فضل سے نوازا تو نہ انہوں نے اس کی زکاۃ ادا کی اور نہ اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کیا اور نہ ہی اس کے ذریعہ صلہ رحمی کی، بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی اور اس سے منحرف ہوگئے۔

لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس امر کی پاداش میں کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس

(۱) تفسیر الطبری ۱۴/۳۶۹-۳۷۰ (۲) سورۃ التوبہ: آیات ۷۵-۷۷

Marfat.com

حق میں بخل کیا، جیسے ان پر اپنے عطا کردہ مال میں اس نے فرض کیا تھا، اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کا لحاظ نہیں کیا اور ہمیشہ جھوٹ بولتے رہے، ان کے دلوں میں قیامت تک کے لیے نفاق ڈال دیا اور ان کو توبہ سے محروم کر دیا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کے سلسلے میں یہ شرط لگائی ہے کہ اس نے قیامت تک کے لیے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا ہے اور یہ ان کے مرنے اور دنیا سے خروج کرنے کا دن ہے۔

اس آیت میں کون مراد ہے؟ اس کے بارے میں اہل تاویل کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہاں وہ انصاری مراد ہیں جن کا نام ثعلبہ بن حاطب ہے۔

اس کے قائلین کا ذکر:

۱- پہلی سند: حدثنی محمد بن سعد قال حدثنی ابی قال حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن ابن عباسؓ، قولہ (ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله) الآیة .

محمد بن سعد مذکورہ واسطوں سے ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ ایک شخص جسے ثعلبہ بن حاطب کہا جاتا تھا۔ ایک مجلس میں آیا اور اہل مجلس کو گواہ بنا کر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل و کرم سے نوازے۔ تو میں اس میں سے ہر حقدار کا حق ادا کروں گا، صدقہ خیرات اور صلہ رحمی کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بطور آزمائش انہیں مال و دولت عطا کی، لیکن انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اور اس طرح وعدہ خلافی کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا قصہ قرآن کی اس آیت (ومنهم من عاهد الله ...... يكذبون) میں نازل کیا" (۱)

(۱) تفسیر الطبری ۱۴/ ۳۷۰ اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر ۵/ ۱۷/ ب- ۷۳/ ۱ میں اسی کے مثل سند اور اسی جیسے الفاظ سے اس کو بیان کیا ہے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ ۵/ ۲۸۹ میں۔

Marfat.com

اس روایت کے پہلے راوی ہیں:

ا- محمد بن سعد بن محمد بن الحسن بن عطیہ بن سعد بن جنادۃ ابو جعفر العوفی، امام دار قطنی ان کے متعلق فرماتے ہیں۔(۱) " لا باس به " ان میں کوئی حرج نہیں۔ خطیب بغدادی کا قول ہے۔(۲)" كان لينا في الحديث " (حدیث میں ضعیف تھے) اور لبس صوف کے سلسلے میں ان کی ایک حدیث روایت کرنے کے بعد کہا۔

" تفرد به محمد بن سعد عن روح وتفرد به ابن كامل عن محمد ابن سعد وهو وهم ...... توفي سنة سبعين ومأتين ."

اس حدیث کو روح سے روایت کرنے میں محمد بن سعد منفرد ہیں اور اسے ہی محمد بن سعد سے روایت کرنے میں ابن کامل منفرد ہیں اور یہ وہم ہے، ان کی وفات ۲۷۰ھ میں ہوئی۔

اور اس جیسے شخص کا تفرد نکارت اور جہالت ہے، کیونکہ جب لین الحدیث، حارث بن ابی اسامہ اور امامہ احمد بن حنبل (۳) جیسے حضرات کی مخالفت کرے تو اس کی حدیث محدثین کے نزدیک بلا اختلاف منکر ہے، اس لیے کہ اس جیسے شخص کا تفرد ناقابل قبول ہے۔

ب — دوسرے راوی محمد بن سعد کے والد، سعد بن محمد بن الحسن العوفی ہیں۔

امام اثرم فرماتے ہیں کہ (۴) میں نے امام احمد بن حنبل سے ذکر کیا کہ آج مجھے ایک شخص نے عجیب بات بتلائی، اس کا کہنا ہے کہ فلاں شخص نے سعد بن محمد العوفی سے حدیث لکھنے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ حدیث میں سب سے زیادہ ثقہ

---

(۱) سوالات الحاکم رقم (۱۷۸) (۲) تاریخ بغداد ۵/۳۲۲-۳۲۳

(۳) جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ۵/۱۷۴ میں اس کی صراحت کی ہے

(۴) تاریخ بغداد ۹/۱۲۶، اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ۳/۱۸ میں امام احمد کا قول نقل کر کے اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے

Marfat.com

ہیں، تو امام احمد نے اس کا سخت انکار کیا اور کہا، سبحان اللہ یہ تو جہمی شخص ہے، پھر فرمایا: اگر یہ جہمی نہ ہو تو بھی اس کا اہل نہیں کہ اس سے حدیث لکھی جائے۔

ج ـ تیسرے راوی محمد بن سعد کے والد کے چچا حسین بن حسن بن عطیہ ابو عبد اللہ العوفی ہیں۔ (۱) ان کے بارے میں ابن معین سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے ان سے حدیث لکھی ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔

ابن جنید، عقیلی اور ابن عدی نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حسین بن حسن کے متعلق فرمایا کہ وہ ضعیف ہیں۔

امام ابن حبان کہتے ہیں کہ: وہ ایسی باتیں روایت کرتے ہیں جن پر ان کی متابعت نہیں کی جاتی شاید وہ ان میں الٹ پھیر کر دیا کرتے تھے اور بسا اوقات انہوں نے مرسل کو مرفوع اور موقوف کو مسند بیان کیا ہے۔ لہذا ان کی حدیث سے استدلال جائز نہیں۔

ابن عدی فرماتے ہیں:

"حسین بن حسن کی اپنے باپ کے واسطے سے اعمش سے، خود اپنے باپ سے اور دوسرے لوگوں سے احادیث اور ایسی اشیاء مروی ہیں، جن پر ان کی متابعت نہیں کی جاتی ہے۔"

خطیب بغدادی نے ابن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "عوفی، قضاء اور حدیث میں ضعیف تھے، جیسا کہ امام نسائی سے مروی ہے کہ انہوں نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ ضعیف ہیں۔"

---

(۱) الدوری عن ابن معین رقم (۲۴۰۶) وروایۃ ابن الجنید رقم (۲۳۳) جیسا کہ محقق نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے والجرح والتعدیل ۳/۴۸ والضعفاء للعقیلی ۱/۲۵۰ والمجروحین لابن حبان ۱/۲۴۶ والکامل ۲/۷۷۳، وتاریخ بغداد ۸/۲۹ اور اس کے آگے، وطبقات ابن سعد ۷/۳۳۱ واللسان ۲/۲۷۸۔

Marfat.com

ایسے ہی ابو حاتم رازی نے انہیں "ضعیف" اور جور جانی نے "واہی الحدیث" کہا ہے۔ نیز ابن سعد نے فرمایا کہ انہوں نے بہت حدیثیں سنیں لیکن وہ حدیث میں ضعیف تھے۔

۵- چوتھے راوی حسین بن حسن کے والد، حسن بن عطیہ بن سعد العوفی ہیں(۱) ابن حبان فرماتے ہیں کہ:

"وہ منکر الحدیث ہیں، معلوم نہیں ان کی احادیث میں آفت و مصیبت ان کی طرف سے ہے یا ان کے والد کی طرف سے، یا دونوں ہی کی طرف سے؟ کیونکہ حدیث میں ان کے والد کی کوئی حیثیت نہیں، جبکہ ان کی بیشتر روایات ان کے والد کے واسطے سے ہی ہیں- اور یہیں سے ان کا معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے، لہذا ان کو ترک کر دینا واجب ہے۔"

امام بخاری ان کو "لیس بذاک" اور ابو حاتم رازی "ضعیف" قرار دیتے ہیں حافظ ابن حجر نے "تہذیب" اور "تقریب" میں ابو حاتم کے قول پر اعتماد کیا ہے۔

۶- پانچویں راوی حسن کے والد عطیہ بن سعد بن جنادۃ العوفی ہیں۔(۲)

امام احمد نے ان کے بارے میں کہا کہ "وہ ضعیف الحدیث" ہیں۔

ہیثم، ثوری اور ابن معین، ان کی حدیث کی تضعیف کرتے تھے، یہ سب باتیں عقیلی اور ابن عدی نے نقل کی ہیں۔

اور ابن عدی نے ان کا تذکرہ اس بات پر ختم کیا ہے کہ "ان کے ضعیف فی الحدیث" ہونے کے باوجود ان کی حدیث لکھی جائے گی، وہ شیعان کوفہ میں سے تھے۔"

امام ابن حبان نے ان پر دانستہ تدلیس کرنے کا الزام لگایا ہے اور کہا ہے کہ ان

---

(۱) التاریخ الکبیر ۲/۳۰۱ الجرح والتعدیل، المجروحین ۱/۲۳۴، ۳۸۲، المیزان ۱/۵۰۳، التہذیب ۲/۲۹۴، التقریب ۱/۱۶۸

(۲) ضعفاء العقیلی ۳/۳۵۹، المجروحین ۲/۱۷۶ الکامل ۵/۲۰۰۷، النسائی رقم (۵۰۵) المیزان ۳/۷۹، التہذیب ۷/۲۲۴ والتقریب ۲/۲۴

6

Marfat.com

سے استدلال جائز نہیں اور ان کی حدیث صرف تعجب کے طور پر ہی لکھنا جائز ہے۔

امام نسائی نے کہا کہ وہ ضعیف ہیں" اور ابو داؤد نے فرمایا کہ " قابل اعتماد نہیں ہیں۔" ابن سعد منفرد ہیں، جنہوں نے ان کے متعلق یہ کہا کہ "ان شاء اللہ وہ ثقہ ہیں ان کی کچھ صحیح احادیث ہیں، لیکن کچھ لوگ عطیہ کو قابل حجت نہیں مانتے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ "وہ صدوق تو ہیں تاہم کثرت سے غلطی کرتے ہیں اور تدلیس بھی کرتے ہیں۔"

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی اسناد قابل حجت نہیں ہے۔ جب "الشافعی عن مالک عن نافع عن ابن عمر" جیسی اسناد کو "سلسلۃ الذہب" کہا جاتا ہے تو اس "سلسلۃ العوفیین" کو "سلسلۃ العجب" کہنا بہتر ہو گا، کیونکہ تمام رواۃ ضعیف ہیں اور ان میں سے بعض کا ضعف، بعض سے زیادہ سخت ہے۔

اور اس جیسی سند سے ساگ پات کے ایک بنڈل کی قیمت تو ثابت نہیں ہو گی چہ جائیکہ اس سے ایمان کا اثبات یا نفی یا نفاق وارتداد کا اثبات ہو۔

۲- دوسری سند : امام طبری نے بیان کیا: حدثنی المثنی قال حدثنا هشام بن عمار قال حدثنا محمد بن شعیب قال حدثنا معان بن رفاعة السلمی عن أبی عبد الملك علی بن یزید الألهانی : انه اخبره عن ابی امامة الباهلی عن ثعلبة بن حاطب الانصاری .

اس سند میں معان بن رفاعہ ابو عبد الملک علی بن یزید الہانی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ان سے ابو امامۃ باہلی کے واسطے سے ثعلبہ بن حاطب کے متعلق بیان کیا کہ ثعلبہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالی مجھے مال و دولت عطا کرے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے ثعلبہ! تمہاری خرابی ہو، تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کر سکو اس مال کثیر سے بہتر ہے جس کا شکر تم ادا نہ کر سکو۔

Marfat.com

راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے دوبارہ یہی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ اللہ کے نبی کی طرح رہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں چاہتا کہ پہاڑ سونا اور چاندی بن کر میرے ساتھ چلیں تو وہ ضرور چلتے۔ یہ سن کر ثعلبہ نے دوبارہ درخواست کی اور کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دیکر بھیجا۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور وہ مجھے مال و دولت عطا کرے، تو میں ہر حقدار کا حق ادا کروں گا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ! تو ثعلبہ کو مال و دولت دے۔

چنانچہ انہوں نے بکریاں خرید کر پالنا شروع کیں تو اس میں اتنی برکت ہوئی کہ کیڑے مکوڑوں کی طرح ان کی تعداد میں اضافہ ہوا جب مدینہ منورہ کی سرزمین ان کے لیے تنگ پڑنے لگی تو بکریوں کو لے کر وہ مدینہ کی ایک وادی میں چلے گئے اور ان میں اس قدر مشغول ہوئے کہ صرف ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھتے اور باقی چھوڑ دیتے تھے۔

دن گذرنے کے ساتھ ان کی تعداد میں جب مزید اضافہ ہوا تو وہاں سے اور دور چلے گئے، یہاں تک کہ جمعہ کے علاوہ تمام نمازیں جماعت سے پڑھنا چھوڑ دیں۔ اسی طرح ان کی بکریاں کیڑے مکوڑوں کی طرح بڑھتی رہیں اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ اب انہوں نے جمعہ بھی چھوڑ دیا۔

جمعہ کے دن وہ سواروں سے ملتے اور ان سے مدینہ کے حالات معلوم کرتے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ ثعلبہ کس حال میں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! انہوں نے بکریاں جمع کیں اور وہ اس قدر زیادہ ہو گئیں کہ مدینہ ان کے لیے تنگ پڑ گیا، پھر لوگوں نے آپ کو ان کی صورتحال سے آگاہ کیا تو آپ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ ہائے ثعلبہ کی خرابی، ہائے ثعلبہ کی خرابی۔

Marfat.com

اور اس دوران اللہ تعالیٰ نے فریضۂ زکاۃ کے سلسلے میں جب یہ آیت:
(خذ من اموالهم صدقة ......) نازل کی تو آپ نے صدقہ وصول کرنے کے لیے دو آدمیوں کو بھیجا۔ جن میں ایک جہینہ کے اور دوسرے قبیلۂ سلیم کے تھے۔؟
آپ نے ان دونوں کو ایک فرمان لکھ کر دیا کہ وہ کس طرح مسلمانوں سے زکاۃ وصول کریں گے اور یہ ہدایت کی کہ تم لوگ ثعلبہ اور بنی سلیم کی فلاں شخص کے پاس جا کر ان سے زکاۃ وصول کرنا۔

چنانچہ جب یہ لوگ حسب ہدایت ثعلبہ کے پاس پہونچے اور ان سے زکاۃ طلب کی، نیز ان کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان پڑھ کر سنایا، تو انہوں نے کہا، یہ تو سراسر جزیہ ہے، تم لوگ جاؤ اور وصولی زکاۃ سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا، لہذا یہ دونوں حضرات چلے گئے، ادھر سلمی نے جب ان دونوں کی آمد کے متعلق سنا تو اپنے بہترین اونٹوں کو چھانٹ کر زکاۃ کے لیے الگ کرایا اور پھر انہیں لے کر ان کے پاس آئے، جب ان لوگوں نے ان کو دیکھا تو کہا: آپ پر اتنا عمدہ مال واجب نہیں ہے اور نہ ہم اسے آپ سے لینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، آپ لوگ اسے ضرور قبول کریں، کیونکہ یہ میرا مال ہے اور میں اس سے خوش ہوں، لہذا ان لوگوں نے اسے قبول کر لیا۔
جب یہ دونوں وصولیٔ زکاۃ سے فارغ ہوئے۔ تو لوٹ کر ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، انہوں نے کہا، تم لوگ مجھے اپنا خط دکھاؤ، جب خط ملا تو اسے پڑھنے کے بعد کہا، یہ تو جزیہ جیسی چیز ہے، تم لوگ جاؤ تاکہ میں اس سلسلے میں کچھ غور و فکر کر لوں۔
چنانچہ یہ لوگ نبی ﷺ کے پاس واپس آ گئے، جب آپ نے ان کو دیکھا تو قبل اس کے کہ یہ لوگ کوئی گفتگو کریں، آپؐ نے کہا، ثعلبہ تیری خرابی ہو اور سلمی کے لیے خیر و برکت کی دعا کی۔

پھر ان لوگوں نے آپ کو وہ تمام باتیں بتائیں، جو ثعلبہ اور سلمی کے ساتھ پیش آئی تھیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیت (ومنهم

Marfat.com

من عاهد اللہ لئن اتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين ...... الی قوله ــ وبما كانوا يكذبون.) نازل فرمائی

اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس ثعلبہ کے ایک رشتہ دار موجود تھے، انہوں نے جب یہ باتیں سنیں تو ثعلبہ کے پاس آئے اور کہا: ثعلبہ! تیری خرابی ہو، اللہ تعالی نے تمہارے بارے میں آیات نازل کی ہیں۔ یہ سن کر ثعلبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی زکاۃ قبول کرنے کی درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے تمہاری زکوۃ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے۔ یہ بات سن کر وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے عمل کا نتیجہ ہے، میں نے تو تم سے کہا تھا، لیکن تم نے میری بات نہیں مانی۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی زکاہ قبول کرنے سے بالکل انکار کر دیا تو وہ مایوس ہو کر اپنے گھر لوٹ گئے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات بھی ہو گئی، لیکن آپ نے ان سے کچھ قبول نہیں کیا۔ پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کو خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے یہاں میری کیا قدر و منزلت تھی اور انصار میں میرا کیا مقام ہے، لہذا آپ میری زکوۃ قبول کر لیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں کیا تو میں کیسے قبول کر لوں؟ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بھی وفات ہو گئی اور آپ نے ان سے زکاۃ قبول نہیں کی۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ثعلبہ ان کے پاس بھی آئے اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین! میری زکاۃ قبول کر لیں، آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب قبول نہیں کیا، تو میں اسے تم سے کیونکر قبول کر لوں؟

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی وفات ہو گئی، لیکن آپ نے ان سے زکوۃ

Marfat.com

قبول نہیں کی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے تو ثعلبہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس بھی آئے اور درخواست کی کہ وہ ان کی زکاۃ قبول کرلیں، آپ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے اسے قبول نہیں کیا اور نہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے، تو میں اسے کیسے قبول کرلوں، لہٰذا انہوں نے ان کی زکاۃ قبول نہیں کی اور بالآخر خلافت عثمان میں ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔(۱)

اس طویل اور پیچیدہ قصہ کو روایت کرنے میں طبری کے ساتھ دوسرے ممتاز ائمہ بھی شریک ہیں، جیسا کہ پیچھے ان کا ذکر ہو چکا اور اپنی تالیفات میں انہوں نے اس قصہ کو کیوں بیان کیا اس کی وضاحت پیچھے گزری۔

بہتر ہوگا کہ ہم اس قصہ کے رواۃ کا جائزہ لیں اور احادیث میں ان کا کیا مقام ہے، ان کی مرویات پر کس حد تک اعتماد کیا جاتا ہے، اس کو بھی بیان کردیں، تاکہ جس کو علم حدیث میں مہارت نہیں ہے، وہ اس بات سے دھوکا نہ کھا جائے کہ ہر مسند حدیث مقبول، ہوتی ہے۔

۱- پہلے راوی: المثنی بن ابراہیم الآملی ہیں۔(۲)

امام طبری اپنی تفسیر اور تاریخ میں کثرت سے ان سے روایت کرتے ہیں، لیکن مجھے ان کا تذکرہ کہیں بھی نہیں مل سکا، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ طبری کے شہر کے علماء میں سے ہیں۔

(۱) تفسیر الطبری ۱۴/ ۳۷۰-۳۷۲ اور ابن ابی حاتم نے اسے اپنی تفسیر (۵/ ۱/ ب-۲/ ب) میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ ۵/ ۲۹۰-۲۹۲ اور شعب الایمان میں روایت کیا ہے، طبرانی نے المعجم الکبیر ۸/ ۲۶۰ میں، بغوی نے اپنی تفسیر ۳/ ۱۲۶ (تفسیر خازن کے ساتھ) اور معجم الصحابہ (ق ۶۰/ ب) میں اور ابن قانع نے الصحابہ (ق ۱۸/ ب-۱۹/ ۱) میں اور واقدی نے مغازی ۱/ ۱۵۹ میں۔ ابن سکن، ابن شاہین باوردی ابن مندہ اور ابو نعیم نے "الصحابہ" میں اور عسکری نے "الامثال" میں ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں، ابن المنذر، ابن مردویہ اور ابو الشیخ ابو حیان نے تفسیر میں حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور واحدی نے اسباب النزول- ص ۲۵۲ (تحقیق السید احمد صقر) میں روایت کیا ہے۔

(۲) طبری نے تاریخ ۱/ ۷۰۳ میں راوی کے والد کے نام کی جو صراحت کی ہے، شیخ احمد شاکر کا کلام تفسیر طبری ۱/ ۱۷۶ میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

۲- دوسرے راوی: ہشام بن عمار الدمشقی ہیں۔(۱)

امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں: " هو الامام العلامة شيخ الإسلام خطيب دمشق ومفتيها . "وہ امام، علامہ، شیخ الاسلام، دمشق کے خطیب اور مفتی ہیں۔

امام ابوزرعہ نے ان کے بارے میں کہا:

"جو شخص ہشام بن عمارؒ کو نہ پاسکے ضروری ہے کہ وہ بحیثیت اسناد دس ہزار حدیثوں میں نیچے گر جائے۔"

حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمہ میں، ان کے سلسلہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے، اس کی تلخیص کی ہے، چنانچہ انہوں نے نسائی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: لا بأس به " اور ابوداؤد نے فرمایا کہ "اس نے چار سو سے زائد ایسی حدیثیں بیان کی ہیں، جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔"

ابو حاتم کہتے ہیں:

"وہ صدوق ہیں، جب عمر رسیدہ ہوگئے تو ان کے حفظ میں تغیر آگیا تھا، جو کچھ ان کو دیا جاتا اسے پڑھتے، جو تلقین کی جاتی اسے قبول کر لیتے تھے۔ پہلے وہ صحیح تھے، اپنی کتاب سے پڑھتے تھے۔"

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری نے ان سے دو مسند حدیث متابعت کے ساتھ اور ایک معلق حدیث روایت کی ہے اور یہ آپ کے ان اساتذہ میں سے ہیں، جن کی حدیث کو آپ نے جانچا پر کھا۔"

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۵۰ ۴ ہدی الساری ۴۴۸، التہذیب: ۱۱/ ۵۱ اور التقریب ۲/ ۳۲۰ اور احمد شاکر نے تفسیر طبری پر اپنی تعلیق میں جو یہ کہا ہے کہ وہ ثقہ ہیں تو کلمہ "ثقہ" کے مدلول سے اعم کی بنا پر، لہذا اس پر متنبہ رہیں، البتہ یہاں جس کی یاد دہانی ضروری ہے وہ یہ کہ اس حدیث کی متابعت کی گئی ہے، لہذا وہ عہدہ بر آ ہوگئے۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ "وہ صدوق ہیں، مقرئ ہیں، عمر رسید ہوئے تو سمجھانے پر سمجھتے تھے، لہذا ان کی پہلی احادیث اصح ہیں۔"

۳- تیسرے راوی: محمد بن شعیب بن شابور الاموی، مولاہم، الدمشقی ہیں۔(۱)

امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ "وہ امام، محدث ہیں" اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ "وہ اکابرین محدثین میں سے ہیں اور "التقریب" میں ہے کہ "وہ صدوق، صحیح الکتاب اور نویں طبقے کے اکابرین میں سے ہیں۔"

۴- چوتھے راوی: معان بن رفاعہ السلمی الدمشقی ہیں۔(۲)

ناقدین نے معان بن رفاعہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

علی بن مدینی اور دحیم نے ان کی توثیق کی ہے، امام احمد محمد بن عوف اور ابو داؤد نے انہیں "لیس بہ بأس" کہا ہے اور دوری نے ابن معین کے حوالے سے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہیں۔"

ابو حاتم رازی نے فرمایا کہ "ان کی حدیث لکھی جائے گی، لیکن وہ قابل حجت نہیں ہیں۔" امام جوزجانی کا قول ہے کہ "وہ حجت نہیں ہیں۔"

یعقوب بن سفیان نے ان کو "لین الحدیث" کہا ہے، ابن عدی نے فرمایا کہ: "ان کی اکثر مرویات پر ان کی متابعت نہیں کی جاتی ہے۔"

عقیلی نے انہیں ضعفاء میں ذکر کیا ہے نیز ابن معین نے ان کی تضعیف بھی نقل کی ہے۔" ابن حبان نے کہا کہ "وہ منکر الحدیث ہیں، کثرت سے مراسیل بیان

---

(۱) تذکرۃ الحافظ ۱/۳۱۶ التہذیب ۹/۲۲۲، التقریب ۲/۱۷۰

(۲) الضعفاء للعقیلی ۴/۲۵۶/ الکامل ۶/۲۳۲۹ المیزان ۴/۱۳۴، التہذیب ۱۰/۲۰۱ التقریب ۲/۲۵۸

Marfat.com

کرتے ہیں۔اور مجہولین سے روایت کرتے ہیں، ان کی حدیث ثقات کی حدیث کے پایہ کی نہیں ہے۔(مشابہ نہیں ہے۔)

لہذا جب ان کی بیشتر روایات ایسی ہیں جو دلوں کو قابل قبول نہیں تو وہ اس کے مستحق ہیں کہ ان سے استدلال کرنا ترک کردیا جائے۔"

حافظ ابن حجر نے انہیں "لین الحدیث" "کثیر الارسال" کہا ہے، اور امام ذہبی نے کہا: "صاحب حدیث لیس بمتقن" صاحب حدیث ہیں لیکن متقن نہیں ہیں۔

معان بن رفاعہ کے بارے میں ان اختلافات کے پیش نظر ہمارے لیے ناگزیر ہے کہ ہم ان کے متعلق، ائمہ کے اقوال کے درمیان ترجیحی رویہ اپنائیں، ان کے سلسلے میں کم از کم جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کی حدیث اسی وقت معتبر ہو گی جب ثقات کی طرف سے اس پر متابعت کی جائے ورنہ وہ منکر شمار ہو گی۔

۵- پانچویں راوی - علی بن یزید الالہانی الشامی ہیں۔(۱)

امام بخاری ان کے متعلق "منکر الحدیث" کبھی "ضعیف" اور کبھی "یضعف" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ "بعض اہل علم نے علی بن یزید کے بارے میں کلام کیا ہے اور انہیں ضعیف قرار دیا ہے، نیز انہوں نے خود ان کو ضعیف کہا ہے۔"

امام نسائی نے "متروک الحدیث" کہا ہے۔ عقیلی نے ان کا تذکرہ "ضعفاء" میں کیا ہے اور امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ "منکر الحدیث" ہیں نیز ان کی ایک حدیث روایت کرکے اس پر یہ تعلیق لگائی ہے کہ "لایعرف الا بہ" یہ صرف اسی حدیث سے جانے جاتے ہیں۔

---

(۱) ان کا تذکرہ بخاری کی "الضعفاء" رقم ۲۵۵، الکامل ۵/ ۱۸۲۵، المجروحین ۲/ ۱۱۰، المیزان ۳/ ۱۶۱، التہذیب ۷/ ۳۹۶ التقریب ۲/ ۴۶، ضعفاء دار قطنی رقم ۴۰۸ میں اور ہیثمی نے اسے "مجمع الزوائد" ۷/ ۳۲ میں ذکر کیا ہے۔ دیکھیں ابن کثیر ۳/ ۷۳، ۳، الدر المنثور ۳/ ۲۶۰ اور جامع الترمذی ۳/ ۵۷۱، ۴/ ۵۷۵، ۵، ۶، ۷، ۳۴۶۔

Marfat.com

ابن عدی نے سعدی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "میں نے متعدد لوگوں کو پایا کہ وہ علی بن یزید ابو عبد الملک کی ان احادیث کا انکار کرتے ہیں جن کو عبد اللہ بن زحر اور عثمان بن ابی العاتکہ ان سے روایت کرتے ہیں پھر ہم نے دیکھا کہ انہیں احادیث کے مشابہ، جعفر بن زبیر اور بشر بن نمیر بھی قاسم سے احادیث روایت کرتے ہیں اور قاسم ایک اچھے اور فاضل شخص تھے۔ میرا گمان ہے کہ ان دونوں کی پوزیشن علی بن یزید کی وجہ سے مجروح ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ بشر بن نمیر اور جعفر بن زبیر ان رجال میں سے نہیں ہیں جن سے کسی ذی علم کے خلاف احتجاج کیا جاسکے۔"

پھر عدی نے علی بن یزید کا ترجمہ یہ کہتے ہوئے ختم کیا ہے کہ وہ بذات خود صالح ہیں مگر ان سے روایت کرنے والے ضعیف ہیں، اسی لیے لائق احتجاج نہیں رہے" دار قطنی نے ان کو "متروک" کہا ہے۔

ابن حبان نے ان کے حالات کی بڑی اچھی تلخیص کی ہے، وہ فرماتے ہیں:
"ان سے عبید اللہ اور مطرح بن یزید نے روایت کی ہے، یہ سخت منکر الحدیث ہیں۔" معلوم نہیں ان کی روایت میں تخلیط ان لوگوں میں سے کس کی جانب سے ہے، ان کی اسناد میں ان کے علاوہ بھی تین ضعیف راوی ہیں۔

ان (علی بن یزید) بیشتر روایات، قاسم ابو عبد الرحمٰن سے ہیں جو حدیث میں سخت ضعیف ہیں اور علی بن یزید سے زیادہ تر عبید اللہ بن زحر اور مطرح بن یزید نے روایت کی ہے اور یہ دونوں ہی ضعیف اور نا قابل اعتبار ہیں، لہذا صرف علی بن یزید پر ہی جرح کو چسپاں کرنا مناسب نہیں ہوگا، کیونکہ یہ جس شخص سے روایت کرتے ہیں وہ ضعیف ہے اسی طرح وہ بھی ضعیف ہے جس نے ان سے روایت کی ہے۔

اور ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو علم کے بغیر کسی مسلمان پر جرح کے اطلاق کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ! بہتر حال ان کی روایت سے اجتناب کرنا ہی واجب اور ضروری ہے، کیونکہ ان کے اوپر اور نیچے کے راوی (استاد اور شاگرد)

Marfat.com

کے متعلق تعدیل و توثیق کے برعکس بات یعنی جرح ثابت ہے۔"

لہذا سب سے بہتر اس شخص کے حق میں یہ ہے کہ اس کے قابل حجت ہونے پر اس وقت تک توقف کیا جائے تا آنکہ ثقات اس کی متابعت کریں اور ایسا اس حدیث کے سلسلے میں محال ہے۔

البتہ یہاں جس چیز کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ جب ضعیف راوی کسی حدیث کی روایت کرنے میں منفرد ہو تو اس کی حدیث منکر ہوگی، کیونکہ اس جیسے شخص کا تفرد ناقابل قبول ہے اور اسی وجہ سے ناقدین نے ایسے شخص کو منکر الحدیث کہا ہے۔

حافظ ابن حجر کا ان کو ضعیف کہنا مذکورہ بات کے منافی نہیں ہے، بلکہ یہ اس کی مزید توثیق کرتا ہے۔ انہوں نے "النکت علی ابن الصلاح" میں فرمایا کہ (۱)

"جب کوئی مستور یا وہ شخص جو سوء حفظ سے معروف ہے، یا جس کی اس کے بعض شیوخ کے سلسلے میں کسی وجہ سے تضعیف کی گئی ہو، کسی روایت میں منفرد ہو اور اس کا کوئی متابع اور شاہد نہ ہو تو یہ منکر کی دو قسموں میں سے ایک ہے، اور اس سلسلے میں اگر اس کی مخالفت کی گئی ہو تو یہ منکر کی دوسری قسم ہے۔"

ہمارے زیر بحث جو حدیث ہے، ابن عباس سے اس کا شاہد ناقابل اعتبار ہے اس کے جملہ رواۃ ضعیف ہیں اور اسی کے مثل یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

اور پھر ان کی مخالفت (۲) ان احادیث سے ہوتی ہے جو اہل بدر کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں لہذا یہ حدیث جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں منکر کی دونوں قسموں کو شامل ہے۔

---

(۱) النکت ۶/۲۷۵

(۲) اس بات پر واقفیت کے لیے کہ رواۃ میں سے کون متابعت کے قابل ہے، ملاحظہ کریں:
علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۳۴ اور "النکت" للحافظ ابن حجر ۱/۴۰۸

Marfat.com

۶-چھٹے راوی: القاسم بن عبد الرحمٰن (۱) ابو عبد الرحمٰن الدمشقی مولی آل معاویہ ہیں۔ امام بخاری اور ترمذی نے ان کو ثقہ کہا ہے، نیز امام بخاری نے مزید فرمایا:

"ان سے علاء بن حارث، ابن جابر، کثیر بن حارث اور سلیمان بن عبد الرحمٰن نے متوسط درجہ کی احادیث روایت کی ہیں۔"

البتہ وہ لوگ جن کے بارے میں کلام کیا جاتا ہے۔ مثلاً بشر بن نمیر، جعفر بن الزبیر اور علی بن یزید وغیرہ توان کی قاسم بن عبد الرحمٰن سے روایت کردہ احادیث منکر ہیں اور ان میں اضطراب ہے۔

لیکن امام احمد نے قاسم پر سخت حملہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "بعض لوگوں کا قول ہے کہ قاسم سے جعفر نے زبیر، بشیر بن نمیر اور مطرح، جو منکر روایتیں بیان کرتے ہیں وہ سب قاسم ہی کے واسطے سے منکر ہیں، ان کو ثقہ راویوں نے روایت نہیں کیا ہے۔ اس لیے ان روایات میں نکارت کا واحد سبب قاسم ہی کا واسطہ ہے۔"

امام احمد دوسری جگہ قاسم پر حملہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"علی بن یزید عجیب عجیب روایتیں بیان کرتے ہیں۔" پھر ان پر کلام کرنے کے بعد فرمایا:

"میرے نزدیک اس قسم کی روایتیں صرف قاسم کی جانب سے ہیں، چنانچہ جعفر ابن زبیر کی روایت ناقابل اعتبار اسی لیے ہوئی کہ وہ قاسم سے روایت کرتے ہیں، اسی طرح جب بشر بن نمیر نے قاسم سے حدیث بیان کی تو اس کے بارے میں شعبہ نے کہا کہ بشر بن نمیر کو بھی قاسم کے ساتھ شامل کر کے ناقابل حجت سمجھو۔"

عقیلی نے ان کی ایک حدیث روایت کرنے کے بعد کہا کہ یہ صرف انہیں

---

(۱) جامع الترمذی رقم ۴۲۸، ۲۲۳۴/۷، العلل الکبیر رقم (۲۰۰) ضعفاء العقیلی ۳/ ۴۷۶، المجروحین ۲/ ۲۱۱، المیزان ۳/ ۳۷۳، التہذیب ۸/ ۳۲۲، التقریب ۲/ ۱۱۸، اور تاریخ الکبیر للبخاری ۷/ ۱۵۹۔

Marfat.com

سے جانی جاتی ہیں اور امام ابن حبان فرماتے ہیں:

”وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے معضل حدیثیں روایت کرتے ہیں، اور ثقات سے ایسی مقلوب اشیاء بیان کرتے ہیں کہ دل میں خیال آتا ہے کہ وہ دانستہ ایسا کرتے ہیں۔“

امام احمد سے ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ”وہ منکر الحدیث ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بلاو آفت قاسم ہی کی طرف سے ہے۔“

حافظ ابن حجر کا ان کو ”صدوق“ کہنا انتہائی تعجب خیز ہے، کیونکہ صدوق سے استدلال کرنا ان کا منہج ہے، تو جس شخص کا حال یہ ہو، وہ قابل حجت کیونکر ہو سکتا ہے۔

ابن حبان فرماتے ہیں: (۱)

”جب کسی حدیث کی اسناد میں عبید اللہ بن زحر، علی بن یزید اور قاسم ابو عبد الرحمٰن اکٹھے ہو جائیں تو اس حدیث کا متن یقیناً ان کا اپنا گڑھا ہوا ہوگا۔“

وہ مزید کہتے ہیں: (۲)

”عبید اللہ بن زحر اور علی بن یزید دونوں ضعیف ہیں، علی بن یزید اور عبید اللہ بن زحر قاسم سے روایت کرتے ہیں اور قاسم ناقابل اعتبار اور ضعیف ہیں۔“

قاسم بن عبد الرحمٰن کے زہد و ورع اور امام بخاری اور ترمذی کی طرف سے ان کی توثیق کی بناء پر اگر ہم ان کے ساتھ حسن ظن اختیار کریں تو ممکن ہے ان کی وہ احادیث معتبر ہو جائیں، جن کی موافقت ثقات نے کی ہو، لیکن یہاں لفظ ”ثقہ“ بخاری کے نزدیک عام ہے، کیونکہ انہوں نے تاریخ میں اس کو مقید کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

”ثقات ان سے متوسط درجہ کی احادیث روایت کرتے ہیں۔“

لہٰذا وہ مقارب الحدیث ہوئے اور مقارب الحدیث کی روایت، شواہد اور متابعات

---

(۱) المجروحین ۲/ ۶۳

(۲) حوالہ مذکور ۳/ ۲۷

Marfat.com

کے ساتھ ہی معتبر ہوتی ہے، انفرادی حیثیت سے وہ قابل حجت نہیں ہوتی ہے۔

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی اسناد میں معان بن رفاعہ، علی بن یزید اور قاسم بن عبد الرحمٰن ہیں، ابو امامہ سے اس حدیث کو روایت کرنے میں قاسم منفرد ہیں قاسم سے روایت کرنے میں علی بن یزید منفرد ہیں اور ایسے ہی علی بن یزید سے روایت کرنے میں معان بن رفاعہ منفرد ہیں، لہذا حدیث سخت منکر ہے، کیونکہ ان میں سے کسی ایک کا بھی تفرد مقبول نہیں ہے۔

علامہ احمد شاکر نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا!(۱) یہ حدیث ہر اعتبار سے ضعیف ہے، کسی اور حدیث سے اس کا کوئی شاہد نہیں ہے اور اس کے بعض رواۃ میں سخت ضعف ہے۔

دوسرا قول:

امام طبری فرماتے ہیں کہ :(۲)

"بعض دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ آیت میں دو شخص مراد ہیں، ان میں سے ایک ثعلبہ اور دوسرے معتب بن قشیر ہیں۔"

اس کے قائلین کا ذکر

۳- تیسری سند: حدثنا ابن حميد قال حدثنا سلمة عن ابن اسحاق عن عمرو بن عبيد عن الحسن (ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله) الآية .

مذکورہ آیت کے سلسلے میں حسن بصری سے روایت ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالی سے یہ عہد کیا تھا کہ، ان میں ثعلبہ بن حاطب اور معتب بن قشیر ہیں اور یہ

---

(۱) تفسیر الطبری ۱۴/ ۳۷۳

(۲) حوالہ مذکور ۱۴/ ۳۷۴

Marfat.com

دونوں بنو عمرو ابن عوف میں سے تھے۔

مذکورہ اسناد کے پہلے راوی ابن حمید یعنی: (۱)

ا۔ محمد بن حمید بن حیان ابو عبداللہ الرازی الحافظ ہیں۔

عقیلی نے ان کے بارے میں امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے " وفیه نظر" وہ محل نظر ہیں، اور ابو زرعہ نے ان سے روایت ترک کر دی تھی۔"

ابن عدی فرماتے ہیں: "ابن حمید کی منکر احادیث بہت زیادہ ہیں" حافظ ابن حجر نے ان کو "حافظ ضعیف" کہا ہے۔ ابن حبان نے ان کی تضعیف کا قصہ مجروحین میں ذکر کیا ہے۔

یہاں کوئی شخص ہرگز یہ گمان نہ کرے کہ لفظ "حافظ" کسی فائدہ یا اہمیت کا حامل ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ شخص اس فن سے واقف تھا اور اس نے بہت ساری احادیث اکٹھا کر لی تھیں اور یہ بات ان کے ضعیف، نا قابل حجت اور ان کی روایات کے غیر معتبر ہونے سے مانع نہیں ہے۔

ب۔ دوسرے راوی: سلمہ بن الفضل الابرش (۲) قاضی الری و راوی المغازی عن ابن اسحاق۔

امام نسائی نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہیں۔ امام بخاری کا قول ہے کہ ان کے پاس مناکیر ہیں۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ "وہ صالح اور عمل صدق ہیں، ان کی حدیث منکر ہوتی ہے، وہ قوی نہیں ہیں۔ ان کے بارے میں میرے لیے اس سے زیادہ کچھ کہنا ممکن نہیں ہے۔ ان کی حدیث لکھی جائے گی، لیکن وہ قابل حجت نہیں ہیں۔

اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ "وہ صدوق ہونے کے ساتھ کثیر الخطاء ہیں۔"

---

(۱) ضعفاء العقیلی ۴/ ۶۱، الکامل ۶/ ۲۲۷۷، المجروحین ۲/ ۳۰۳، المیزان ۳/ ۵۳۰ التہذیب ۹/ ۱۲۷، التقریب ۲/ ۱۵۶

(۲) التاریخ الکبیر للبخاری ۴/ ۸۴ الجرح والتعدیل ۴/ ۱۶۸ ضعفاء العقیلی ۲/ ۱۵۰ ضعفاء النسائی (۲۵۳) المیزان ۲/ ۱۹۲، التہذیب ۴/ ۱۵۳۔

Marfat.com

اور صدوق جب کثرت سے غلطی کرے تو قابل حجت اسی وقت ہوگا، جب اس کی حدیث پر اس کی متابعت کی جائے، اس لیے کہ متابعت اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے حدیث یاد رکھی۔ لیکن جب اس کی غلطیاں اس کے صواب پر غالب ہوں تو اس کی حدیث، متابعت کے باوجود ترک کردی جائے گی چہ جائیکہ وہ حدیث جس پر متابعت نہ کی گئی ہو۔

البتہ یہاں اس بات پر متنبہ کردینا ضروری ہے کہ سلمہ ہی وہ راوی ہیں، جنہوں نے ابن اسحاق سے کتاب المغازی روایت کی ہے، لہذا روایت کتب میں ان کی جانب سے ضعف و خطا کا احتمال ہے اور متعدد علماء نے ذکر بھی کیا ہے کہ ابن اسحاق نے اپنی "مغازی" میں ثعلبہ کے قصہ کو بیان کیا ہے۔

ج۔ تیسرے راوی: ابن اسحاق (۱) ہیں، امام، حافظ، صاحب مغازی، محمد ابن اسحٰق بن یسار مولی قیس بن مخرمہ۔

آپ نے اپنے والد، چچا موسی، قاسم اور عطا سے احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے روایت کرنے والے جریر بن حازم، دونوں حماد اور سلمہ بن الفضل الابرش ہیں۔

آپ علم کے محافظین میں سے ایک اور سیرت و مغازی کے بڑے عالم تھے لیکن متقن نہیں تھے، جن کی وجہ سے ان کی حدیث صحت کے درجہ سے گر گئی تھی، بذات خود وہ صدوق اور مقبول ہیں۔

یحی بن معین نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں لیکن قابل حجت نہیں۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ وہ "حسن الحدیث" ہیں۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان کی حدیث صحیح ہے۔ نسائی نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہیں۔ دار قطنی کا قول ہے کہ وہ قابل حجت نہیں ہیں، اور انہیں شعبہ "امیر المومنین فی الحدیث" کہتے ہیں۔ امام ذہبی

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۷۲، میزان الاعتدال ۳/۴۶۹، التہذیب ۹/۳۸، التعریب ۲/۱۴۴

Marfat.com

فرماتے ہیں:

"جس بات پر عمل ثابت اور برقرار ہے۔ یہ ہے کہ ابن اسحاق ہی مغازی اور ایام نبویہ (نبی کی سیرت وحالات) کے سلسلے میں مرجع ومصدر ہیں، تاہم وہ کچھ چیزوں میں شاذ اور منفرد ہیں، نیز حلال وحرام کے سلسلے میں وہ حجت نہیں ہیں، لیکن وہ بالکل ناقابل اعتبار بھی نہیں، بلکہ ان سے استشہاد کیا جائے گا۔ ان کی وفات ۱۵۱ھ یا ۱۵۲ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ

اور ذہب "میزان الاعتدال" میں فرماتے ہیں کہ "میرے نزدیک وہ صالح الحدیث ہیں۔" حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ صدوق ہیں اور تدلیس کرتے ہیں۔"

د- چوتھے راوی: عمرو بن عبید بن باب ابو عثمان البصری المعتزلی القدری(۱) زہدوپرہیزگاری کے باوجود معتزلی اور قدری ہیں۔

ابن معین نے کہا کہ ان کی حدیث نہیں لکھی جائے گی۔ نسائی نے "متروک الحدیث" کہا ہے۔ ایوب اور یونس کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتے تھے، حمید نے کہا کہ حسن بصری کی بابت وہ جھوٹ بولتے تھے۔

ابن حبان کا قول ہے کہ وہ حدیث میں وہم کی بناپر جھوٹ بولتے تھے، دانستہ نہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ وہ اپنی بدعت کی طرف لوگوں کی دعوت دیتے تھے، ایک جماعت نے ان کو متہم قرار دیا ہے۔

ہ- پانچویں راوی: الحسن بن ابی الحسن البصری ہیں۔(۲)

آپ امام، زاہد اور تابعین کے طبقہ وسطی میں سرفہرست ہیں، صحابہ کی ایک بہت بڑی تعداد سے آپ نے حدیث روایت کی ہے۔

---

(۱) الضعفاء للعقیلی ۳/۲۷۷، الکامل ۵/۱۷۵۰ اضعفاء النسائی رقم ۴۶۹، المجروحین ۲/۶۹، ضعفاء الدار قطنی رقم ۴۰۱، المیزان ۳/۲۷۳ التہذیب ۸/۷۰، التقریب ۲/۷۴۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۰، التہذیب ۲/۱۲۷۰-۱۲۶۳، التقریب ۱/۱۶۵

7

Marfat.com

ابن سعد فرماتے ہیں: "آپ بڑے بلند پایہ کے عالم، ثقہ، حجت اور قابل اعتماد تھے۔ وہ مزید کہتے ہیں: "ان کی مرسل روایت حجت نہیں ہے اور وہ مدلس بھی ہیں، لہذا ان کی وہ روایت حجت نہیں، جس میں ان لوگوں کے لیے "عن" کا استعمال کرتے ہیں، جن کو پایا نہیں۔ کبھی کبھی ان لوگوں کے سلسلے میں بھی یہ تدلیس کرتے ہیں، جن سے ان کی ملاقات ہے اور اپنے اور ان کے درمیان کا واسطہ ساقط کر دیتے ہیں، واللہ اعلم۔ لیکن اس کے باوجود حافظ، علامہ، بحر علم، فقیہ النفس کبیر الشان اور عدیم المثال تھے۔"

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "معروف، ثقہ، فقیہ اور فاضل تھے، اصحاب کتب ستہ نے ان کی حدیث روایت کی ہے۔

یہ اثر جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، حسن بصری پر موقوف ہے، اگر ان کی طرف اس کی نسبت صحیح بھی مان لیں۔ تو بھی اس میں حجت نہیں ہے، کیونکہ وہ ایک تابعی کا قول ہے اور یہ ایک دینی معاملہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی شخص کا قول جب وہ دین کے کسی صحیح اصول سے متصادم ہو، حجت نہیں ہے۔

اور اگر اس کی سند سے حسن بصری اور ابن اسحاق کو مستثنیٰ کر دیں تو بھی ان کے علاوہ بقیہ رواۃ قابل حجت نہیں ہوں گے۔ نیز اس روایت کے بارے میں اختلاف بھی ہے، جس کو روایت کرنے میں ابن اسحٰق منفرد ہوں، لہذا یہ اثر ضعیف ہے اور اگر عمرو بن عبید کے بارے میں متشددین کا قول اختیار کریں تو یہ اثر موضوع ہو گا، جسے عمرو بن عبید نے حسن بصری کی نسبت گڑھ لیا ہے۔

پھر آخر کیونکر ہم اس قسم کے اثر سے ایک ایسے سنگین امر کو ثابت کر سکتے ہیں جس میں نہ صرف ایک جلیل القدر بدری صحابی پر بلکہ دو بدری صحابی ثعلبہ بن حاطب اور معتب بن قشیر رضی اللہ عنہما پر طعن و تشنیع ہے۔؟

☼☼☼

Marfat.com

وہ روایات

جن میں ثعلبہؓ وغیرہ کے نام کی صراحت نہیں ہے

امام طبری نے قتادہ اور مجاہد سے دو روایتیں بیان کی ہیں۔ ایک میں یہ ذکر ہے کہ ایک انصاری شخص نے یہ بات کہی تھی، اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کے کہنے والے دو شخص تھے۔

پھر عاصم بن ثابت کے حوالے سے بیان کیا کہ ان منافقین نے اپنے دلوں میں کچھ چھپا رکھا تھا، لہذا وہ ایک یا دو فرد نہیں تھے۔

پہلی روایت

امام طبری فرماتے ہیں (۱) حدثنی بشر قال حدثنا یزید قال حدثنا سعید عن قتادة قوله : (ومنهم من عاهد الله لئن اتانا الله من فضله) الآية .

یعنی طبری بشر، یزید اور سعید کے حوالے سے مذکورہ آیت کے سلسلے میں قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا کہ ایک انصاری شخص انصار کی مجلس میں آیا اور کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے مال و دولت عطا کی تو وہ ضرور ہر حقدار کا حق ادا کرے گا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے مال و دولت دی تو اس نے وہی کیا جو تم لوگ سن رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کہا: (فلما اتاهم من فضله بخلوا

(۱) تفسیر الطبری ۱۴/۳۷۳

Marfat.com

به ...... وبما كانوا يكذبون)

"پھر جب اللہ نے اپنے فضل سے ان کو نوازا تو اس میں بخیلی کرنے لگے۔
......الخ"

اس روایت کے رواۃ

۱- بشر بن معاذ العقدی ابو سہل البصری الضریر۔(۱)

ابو حاتم نے ان کے بارے میں کہا کہ "وہ صالح الحدیث اور صدوق ہیں۔"
حافظ ابن حجر نے بھی کہا کہ وہ صدوق ہیں، ان کی وفات ۲۴۰ھ سے کچھ اوپر میں ہوئی، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان کی حدیث روایت کی ہے۔

۲- یزید بن زریع البصری ابو معاویہ التمیمی الحافظ (۲)

یہ بھی ثقہ اور ثبت ہیں۔ اصحاب کتب ستہ نے ان کی حدیث روایت کی ہے۔

۳- سعید بن ابی عروبہ (۳) مہران الیشکری۔ مولاہم، البصری۔

یہ حافظ اور صاحب تصانیف ہیں، لیکن کثرت سے تدلیس کرتے ہیں۔ آخر عمر میں عقل میں فتور آگیا تھا۔ قتادہ کے سلسلے میں سب سے معتبر تھے۔ اصحاب کتب ستہ نے ان کی حدیث روایت کی ہے۔

۴- قتادہ بن دعامۃ السدوسی (۴)

یہ ثقہ اور ثبت ہیں، چوتھے طبقے میں سر فہرست ہیں اصحاب کتب ستہ نے ان کی حدیث روایت کی ہے۔

بہر کیف اس روایت کی اسناد حسن درجہ کی ہے، اس کے رواۃ شیخین (بخاری و مسلم) کے رواۃ ہیں۔ سوائے بشر بن معاذ کے، تاہم وہ بھی صدوق ہیں اور یہاں جو

---

(۱) الجرح والتعدیل ۲/ ۳۶۸، التہذیب ۱/ ۴۵۸، التقریب ۱/ ۱۰۱، الکاشف ۱/ ۱۵۷
(۲) التہذیب ۱۱/ ۳۲۵، التقریب ۲/ ۳۶۴ (۳) التہذیب ۴/ ۶۳، التقریب ۱/ ۳۰۲
(۴) التہذیب ۸/ ۲۵۲، التقریب ۲/ ۱۲۳

Marfat.com

بات قابل ملاحظہ ہے وہ یہ کہ قتادہ سے طبری کی اس روایت میں ثعلبہ کا ذکر ہے اور نہ کسی اور شخص کا۔ بلکہ اس میں صرف یہ ہے کہ وہ ایک انصاری تھے اور یہ بات معروف ہے کہ لفظ "انصار" ایک وصف ہے جس کا اطلاق تمام اہل مدینہ پر ہوتا ہے اور بعید نہیں کہ ان کے درمیان منافقین رہے ہوں، بلکہ حقیقت میں موجود تھے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وممن حولكم من الاعراب منافقون ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم ، نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ، ثم يردون إلى عذاب عظيم .) (۱)

"اور (اے مسلمانوں!) تمہارے اردگرد جو بدوی ہیں ان میں کچھ منافقین ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے ہیں جو نفاق کے خوگر ہو چکے ہیں، تم ان کو نہیں جانتے، ہم ان کو جانتے ہیں۔ ہم ان کو بہت جلد دوہرا عذاب دیں گے۔ پھر ان کو عذاب عظیم کی طرف لوٹایا جائے گا۔"

طبری کی یہ روایت مذکورہ آیت کے سیاق و سباق کے موافق ہے، کیونکہ تمام آیات منافقین کی صفات اور ان کے اقسام بیان کرتی ہیں، بلکہ شاید آیت کا منطوق اس کے علاوہ کسی اور پر دلالت بھی نہیں کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری روایت

اس روایت میں مذکور ہے کہ دو آدمی ایک مجلس میں آئے، جہاں ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں مال و دولت سے نوازے تو ہم صدقہ و خیرات کریں گے۔

اس روایت کی سند

حدثنا محمد بن عمرو ، حدثنا ابو عاصم حدثنا عيسى عن ابى

(۱) سورۃ التوبہ : ۱۰۱

Marfat.com

نجيح عن مجاهد قوله .

اس کے رواۃ

۱- محمد بن عمرو بن العباس، ابو بکر الباہلی البصری یہ بغداد آئے اور یہیں انہوں نے حدیث بیان کی۔ عبدالرحمٰن بن یوسف کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے، ۲۴۹ھ میں بصری میں ان کی وفات ہوئی۔(۱)

۲- ابو عاصم : الضحاک بن مخلد بن الضحاک بن مسلم الشیبانی ابو عاصم النبیل آپ ثقہ اور ثبت ہیں، نویں طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۲۱۲ھ میں ان کی وفات ہوئی، اصحاب کتب ستہ نے ان کی حدیث روایت کی ہے۔(۲)

۳- عیسیٰ بن میمون الجرشی ثم المکی ابو موسیٰ۔

آپ ابن وایہ کے نام سے مشہور ہیں، ثقہ ہیں اور ساتویں طبقے کے ہیں۔

ابو داؤد نے "الناسخ والمنسوخ" میں الفا سے روایت کی ہے(۳) ابو داؤد اور ابو حاتم نے ان کی توثیق کی ہے، ابو داؤد نے مزید کہا کہ ابن معین نے ان کے متعلق کہا " لیس به باس " انہوں نے مجاہد، قیس بن سعد اور ابن نجیح سے روایت کی ہے اور ان سے ابن عیینہ اور ابو عاصم نے روایت کی ہے۔(۴)

۴- ابن ابی نجیح۔ عبداللہ ابی نجیح، یسار المکی، ابو یسار الثقفی، مولاہم۔

یہ صاحب تفسیر ہیں، مجاہد اور عطا سے علم حاصل کیا ہے اور ائمہ ثقات میں سے ہیں، ان پر قدریہ ہونے کی تہمت لگائی گئی ہے، بسا اوقات انہوں نے تدلیس بھی کی ہے ۱۳۱ھ میں یا اس کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ اصحاب کتب ستہ نے ان کی حدیث روایت کی ہے۔(۵)

---

(۱) تاریخ بغداد ۳/۱۲۷ (۲) التقریب ۱/۳۷۳

(۳) التقریب ۲/۱۰۲ (۴) میزان الاعتدال ۳/۳۲۷

(۵) التقریب ۱/۴۵۶، میزان الاعتدال ۲/۵۱۵

Marfat.com

۵- مجاہد بن جبیر ۔ الامام الحبر ابوالحجاج، المخزومی، مولاہم، المکی۔

آپ ثقہ، تفسیر اور علم کے امام ہیں، تیسرے طبقے سے ہیں ۱۰۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اصحاب کتب ستہ نے ان کی حدیث روایت کی ہے۔ (۱)

لہذا اس روایت کی اسناد صحیح ہے، اس کے تمام رواۃ ثقہ اور امام ہیں۔

یہاں جس بات کو سمجھنا اور یاد دلانا ضروری ہے، وہ یہ کہ مذکورہ پانچوں روایات جن کو طبری نے اس آیت کے شان نزول کے طور پر ذکر کیا ہے، دو مجموعے میں منقسم ہوتی ہیں۔

ا- پہلا مجموعہ وہ ہے، جس میں ثعلبہ کے نام کی صراحت ہے اور جو ابن عباس، ابوامامہ اور حسن بصری کی روایات پر مشتمل ہے اور یہ تینوں روایات سخت ضعیف یا موضوع ہیں۔ ان میں سے کوئی روایت بھی، ان تینوں حضرات میں سے کسی بھی ثابت نہیں ہے۔

ب- دوسرا مجموعہ وہ ہے جس میں ثعلبہ کا ذکر نہیں ہے، یہ مجاہد اور قتادہ کی روایات پر مشتمل ہے، مجاہد کی روایات کی نسبت ان کی طرف صحیح ہے، جب کہ قتادہ کی روایت کی اسناد حسن ہے۔

اور یہ مخفی نہیں کہ دونوں روایتیں قتادہ اور مجاہد کی تفسیر اور ان کی رائے پر موقوف ہیں، ان میں سے ایک روایت میں مذکور ہے کہ ایک شخص قوم کے پاس آیا تھا۔

جبکہ دوسری روایت کے اندر ذکر ہے کہ دو آدمی تھے جو مجلس میں آئے اور انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالی ہمیں رزق دے تو ہم ضرور صدقہ و خیرات کریں گے۔

ان دونوں روایتوں میں کہیں بھی ثعلبہ یا کسی اور صحابی کے نام کا ذکر نہیں ہے۔

ممکن ہے یہاں یہ کہا جائے کہ قتادہ اور مجاہد کی روایتیں مجمل ہیں اور قائل کے نام کے

---

(۱) التقریب ۲/۲۲۹

Marfat.com

سلسلے میں خاموش ہیں، لیکن دوسری روایات نے اس اجمال کو بیان کر دیا اور اس شخص کے نام کی وضاحت کر دی جس پر سکوت کیا گیا تھا۔

لہذا اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ بات اس وقت درست ہوگی جب مبہم کی تفسیر کرنے والی یا مجمل کو بیان کرنے والی روایت صحیح اور ثابت ہو، لیکن جب کہ یہ روایت موضوع یا سخت ضعیف ہے تو اس صورت میں کسی تفسیر یا بیان کا امکان باقی نہیں۔ ہاں اگر یہ روایت ابن عباس یا ابو امامہ سے صحیح ثابت ہوتی تو ہم قتادہ اور مجاہد کے سکوت پر اعتماد نہیں کرتے، کیونکہ علم اوپر سے اخذ کیا جاتا ہے۔

اور چونکہ ثعلبہ کے نام کی صراحت کرنے والی روایات میں سے کوئی بھی روایت صحیح نہیں ہے، اس لیے شاید طبری کسی شخص کی تعیین سے دور رہ کر آیت کی عام تفسیر کرتے ہیں۔

چنانچہ ان روایات پر وہ یہ تبصرہ کرتے ہیں:

"اس آیت (فاعقبهمْ نفاقا فی قلوبهم الی یوم یلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوه وبما کانوا یکذبون .) (۱)(سورہ توبہ :۷۷)

"تو اللہ تعالیٰ نے اس امر کی سزا میں کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی اور (ہمیشہ) جھوٹ بولتے رہے، ان کے دلوں میں یوم ملاقات تک نفاق ڈال دیا۔" میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اہل نفاق کی علامت کا بیان ہے۔

اور اسی قول کے مثل یعنی یہ کہ آیت عام ہے اور منافقین کی علامات بیان کرتی ہے۔ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی قول ہے۔ (۲)

اس کے بعد طبری نے نفاق کی علامات اور منافقین کے اوصاف کے بیان میں متعدد احادیث اور آثار ذکر کیے ہیں۔

---

(۱) تفسیر الطبری ۱۴/۳۷۵ - تحقیق شیخ احمد شاکر

(۲) الطبری ۱۴/۳۷۶-۳۸۰

Marfat.com

یہ ہیں وہ احادیث و آثار جن پر ان تمام لوگوں نے اعتماد کر لیا ہے جنہوں نے اس شخص کا نام ذکر کیا ہے، جس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ تمام احادیث و آثار بے بنیاد ہیں صحیح نہیں ہیں۔

اس کے بعد طبری نے اس آیت کی تفسیر اپنے اس قول پر ختم کی ہے۔(۱)

" وقال قوم : کان العهد الذی عاهد الله هؤلاء المنافقون علیه شیئا نووه فی انفسهم ولم یتکلموا به "

(ایک جماعت نے کہا کہ ان منافقین نے جس چیز پر اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا، اسے اپنے دل میں پوشیدہ رکھا تھا، زبان سے اس کو نہیں کہا تھا۔)

پھر انہوں نے معتمر بن سلیمان کے حوالہ سے قصہ کو روایت کیا ہے اور اس کے بعد کہا: "معتمر نے کہمس کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کے اس قول" ومنهم من عاهد الله "کے بارے میں مصعب بن ثابت کا یہ قول (۲) ذکر کیا ہے کہ : "وہ عہد انہوں نے اپنے دل میں کر رکھا تھا، زبان سے اس کو نہیں کہا تھا، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا۔ (الم یعلموا ان الله یعلم سرهم ونجواهم وان الله علام الغیوب) (۳)

---

(۱) الطبری ۱۴/۳۸۰

(۲) تفسیر طبری میں سعید بن ثابت ہے، اس کے محقق شیخ احمد شاکر فرماتے ہیں " مخطوطہ میں اسی طرح ہے۔ میرے سامنے طبری کی جو کتابیں موجود ہیں ان میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اس نام میں تحریف ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں مزی کی "تہذیب الکمال ۳۰/۱۱۵۱" کی طرف رجوع کرنے پر ہمیں یہ علم ہوا کہ کہمس بن حسن مصعب بن ثابت کے واسطے سے عبد اللہ بن زبیر سے روایت کر رہے ہیں۔ اور انہیں کا تذکرۃ التہذیب ۱۰/۱۵۸ میں ہے۔

ہم نے کہمس کے شیوخ میں کہیں بھی سعید بن ثابت کو نہیں پایا جیسے کہ تہذیب الکمال ۳/۱۳۳۲ میں مصعب بن ثابت کے تذکرہ میں ہم کو یہ بات ملی کہ یہی کہمس کے شیخ ہیں۔ لہذا ہمارے نزدیک یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اس نام میں تحریف ہوئی ہے۔ لہذا ہم نے جو صحیح تھا وہ یہاں درج کر دیا۔ واللہ الموفق والہادی۔

(۳) سورہ توبہ ۷۸

Marfat.com

کیاان کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بھید اور ان کی سرگوشیوں سے بھی واقف ہے اور یہ کہ اللہ پوشیدہ سے پوشیدہ بات کو بھی خوب جانتا ہے۔"

اس روایت کی اسناد آخر تک حسن درجہ کی ہے۔

سابقہ تفصیلات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس آیت کے شان نزول کے سلسلے میں کچھ بھی مرفوعاً ثابت نہیں ہے اور یہ کہ ثعلبہ اور دوسرے صحابہ کرام بالکل بری ہیں۔

☼☼☼

Marfat.com

اس قصہ کے متن پر ایک تنقیدی نظر

گزشتہ صفحات میں اس قصہ کی اسانید کی تحقیق اور اس کے رواۃ پر تنقیدی بحث کی گئی ہے، نیز اس کا منکر ہونا بیان کیا گیا۔

محترم قاری! اب بہتر ہوگا کہ میں آپ کے سامنے تشریع اسلامی کے متعدد اصول سے اس قصہ کے متصادم ہونے اور اس کے متن کے منکر ہونے کی بنیاد پر قصہ کی تضعیف کے سلسلے میں اپنی تحقیق کا نچوڑ پیش کروں، اس بات کی یاد دہانی کراتے ہوئے کہ محدثین نے نقد متون پر بھرپور توجہ دی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ روایت اور اسانید میں غور وخوض کے پہلو بہ پہلو عقلی اور استنباطی پہلو بھی قابل توجہ ہے۔

محدثین کے نزدیک متن پر تنقید کی کیا صورت ہے، اس کی ایک مثال آپ کے سامنے پیش کر دینا کافی ہوگا، جس سے دوسرے متون پر تنقید کے لیے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

ابن حبان نے ابان بن سفیان المقدسی کے تذکرے (۱) میں دو حدیثیں روایت کی ہیں، ان میں سے ایک میں یہ حکم ہے کہ تم سامنے کے اوپر کے دانت سونے کے بنواؤ، اور دوسری حدیث میں سونے والے اور بات کرنے والے کو سامنے کر کے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس کے بعد ابن حبان فرماتے ہیں:

" یہ دونوں حدیثیں موضوع ہیں، ایسا کیونکر ممکن ہے کہ نبی ﷺ سونے کا

---

(۱) کتاب المجروحین ۱/۹۹

Marfat.com

دانت لگوانے کا حکم دیں، جب کہ آپ نے خود فرمایا کہ سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہے اور کیسے آپ سونے والے کو سامنے کر کے نماز پڑھنے سے منع کریں گے، جب کہ آپ خود رات میں اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی رہتی تھیں۔

اس قصہ کے متن پر کی جانے والی نمایاں تنقید کا ایک جائزہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۱- یہ قصہ ان متواتر احادیث سے متصادم ہے جو اہل بدر کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ امام بخاری اور مسلم وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:

"رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اور زبیر اور مقداد کو بھیجا، آپ نے فرمایا، تم لوگ روضۂ خاخ (۱) تک جاؤ، وہاں تم کو ایک عورت ہودج پر سوار ملے گی، جس کے پاس ایک خط ہوگا۔ وہ خط اس سے لے لو۔ چنانچہ ہم اس طرح روانہ ہوئے کہ ہمارے گھوڑے ہم کو لے کر سرپٹ دوڑ رہے تھے، جب ہم روضۂ خاخ پہونچے تو واقعی وہاں ایک عورت ملی، ہم نے اس سے کہا کہ خط ہمارے حوالے کرو، وہ کہنے لگی کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے، ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال کر تم ہمارے حوالے کردو، بصورت دیگر ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے، آخر کار مجبور ہو کر اس نے اپنے جوڑے سے خط نکالا جسے لے کر ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ اس خط میں لکھا تھا۔

"حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے مکہ کے کچھ مشرکین کے نام۔"

اس خط میں وہ رسول اللہ ﷺ کے کسی راز سے مشرکین مکہ کو مطلع کر رہے تھے، اسے پڑھ کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، حاطب! یہ کیا حرکت ہے، انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں۔ بات یہ

---

(۱) روضۂ خاخ مکہ اور مدینہ کے درمیان حمراء الاسد کے پاس ایک مقام ہے (معجم البلدان ۲/۳۳۵)

Marfat.com

ہے کہ میں دوسرے مہاجرین کی طرح قریش کے خاندان سے نہیں ہوں صرف ان کا حلیف بن کر ان سے مربوط ہوں(۱) اور وہاں پر دوسرے مہاجرین کے عزیز واقرباء ہیں، جو ان کے گھر بار اور مال واسباب کی نگہبانی کرتے ہیں۔ میں نے یہ چاہا تھا کہ جب میں خاندان کی رو سے ان کا شریک نہیں ہوں تو کچھ احسان ہی ان پر ایسا کر دوں، جس کے خیال سے وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت کریں۔ اور ان کو نہ ستائیں۔

میں اپنے دین سے نہیں پھرا۔ اور نہ کفر کی وجہ سے ایسا کیا۔ (۲) اور نہ ہی میں مسلمان ہونے کے بعد کافر ہونا پسند کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان سن کر فرمایا حاطب سچ کہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! مجھ کو اس منافق کی گردن اڑانے دیجئے۔ آپ نے فرمایا: "وہ تو غزوۂ بدر میں شریک تھے" اور تجھے کیا معلوم اللہ تعالی نے بدر والوں کو دیکھا اور فرمایا" اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم) اب تم جو چاہو کرو۔ میں نے تم کو بخش دیا۔

اس وقت اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی:

(یایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ......) (۳) سورۃ الممتحنہ :۱

---

(۱) سفیان کہتے ہیں کہ وہ ان کے حلیف تھے، خود ان میں سے نہیں تھے۔ مسلم ۲/۱۹۴۱

(۲) جو فعل حاطب نے کیا تھا، اس کے کرنے والے کے سلسلے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ البتہ اس بات پر اتفاق ہے کہ حاطب مومن تھے، ان کے لیے جنت کی شہادت دی گئی تھی، کیونکہ ان کے متعلق اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو خبر دی کہ وہ اپنے قول میں صادق ہیں۔ ابن العربی کا قول ہے کہ جس کا اعتقاد صحیح ہو لیکن اس سے اس کا مقصود دنیوی، اعتقاد ہو تو وہ کافر نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ اس جرم میں قتل کیا جائے گا کہ وہ جاسوس ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ جاسوس قتل کیا جائے گا کیونکہ وہ مسلمانوں کو ضرر پہونچا رہا ہے اور روئے زمین پر فساد پھیلا رہا ہے، الخ احکام القرآن لابن العربی ۴/ ۱۷۸۳۔

(۳) امام بخاری نے اسے کتاب المغازی، باب غزوۃ الفتح رقم ۴۲۷۴ (۷/ ۵۱۹) میں اور مسلم نے فضائل الصحابہ "باب من فضائل اہل بدر رقم ۲۴۹۵ میں روایت کیا ہے۔

Marfat.com

اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ......الخ

چنانچہ رسول اللہ نے غزوۂ بدر میں شرکت کو گناہوں کی بخشش کے لیے کافی قرار دیا، بلکہ حدیث جابر میں اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ:

"حاطب کا ایک غلام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاطب کی شکایت لے کر آیا اور کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! حاطب ضرور جہنم میں جائیں گے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " كذبت لا يدخلها فانه شهد بدرا والحديبية " (۱) تم جھوٹے ہو وہ جہنم میں نہیں جاسکتے، کیونکہ وہ غزوہ بدر اور حدیبیہ دونوں میں شریک ہوئے تھے۔

اور ابھی پیچھے گزر چکا ہے کہ ثعلبہ کے بدری ہونے پر تمام مورخین کا اجماع ہے لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ یہ فرمائیں" كذبت لا يدخلها فانه شهد بدرا " تم جھوٹے ہو وہ جہنم میں نہیں جاسکتے، کیونکہ وہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

پھر ایک ایسے بے بنیاد قصہ کو لے کر آپ کے قول میں تضاد و تعارض پیدا کیا جائے جو ان صحابہ کرام میں سے کسی کے لیے نفاق ثابت کرتا ہے، جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور جن کے اوپر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو حرام کیا ہے اور ان کی مغفرت فرمادی ہے۔

اگر یہ قصہ صحیح بھی مان لیں تو یہ تاویل ضروری ہو گی کہ اس سے مراد زجر و توبیخ ہے۔

اب رہی یہ بات کہ یہ قصہ اللہ تعالیٰ کے اس قول " فاعقبهم نفاقا فى قلوبهم الى يوم يلقونه " کا سبب نزول ہو تو یہ محال ہے، ایسا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے،

---

(۱) اس حدیث کو امام مسلم نے فضائل الصحابہ باب من فضائل اہل بدر رقم ۲۴۹۵ میں اور ترمذی نے مناقب، باب فیمن سب اصحاب النبی ﷺ رقم ۳۸۶ میں روایت کیا ہے۔

Marfat.com

جب کہ یہ قصہ ضعیف سند پر مشتمل ہے۔

۲۔ مذکورۂ آیت کس شخص کے متعلق نازل ہوئی، اس کے بارے میں قصہ بیان کرنے والوں کے اقوال میں اضطراب ہے جیسا کہ پیچھے گزرا کہ اس آیت کے سبب نزول کے سلسلے میں ان لوگوں کے متعدد اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی۔

دوسرا قول ہے کہ ثعلبہ بن ابی حاطب کے بارے میں نازل ہوئی۔

تیسرا قول ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

اور چوتھے قول کے مطابق آیت، منافقین کی ایک جماعت کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے جن میں نبتل بن حارث معتب بن قشیر اور جد بن قیس ہیں۔

جس شخص کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں، اس کی تعیین کے سلسلے میں اس قسم کا اختلاف بلاشبہ اس قصہ کو ضعیف اور کمزور کر دیتا ہے۔

نیز اس کے ضعف میں مزید اضافہ اس سے ہوتا ہے کہ وہ تمام اسانید جن میں صراحت ہے کہ آیت فلاں کے بارے میں نازل ہوئی، ضعیف ہیں۔ اس قسم کی سندیں قابل حجت نہیں ہوتیں، جیسا کہ پیچھے گزرا۔

۳۔ ثعلبہ کی وفات کے سلسلے میں قصہ بیان کرنے والوں کا اختلاف اس قصہ کو باطل کر دیتا ہے۔ نیز یہ اختلاف قصہ کے بعید از حقیقت ہونے اور صاحب قصہ کے عزت و وقار اور ان کے دین کے دفاع کو ضروری قرار دیتا ہے، کیونکہ در حقیقت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا سن وفات معلوم نہیں ہے۔

ان کے سن وفات کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں:

۱۔ پہلا قول: اس قصہ کو بیان کرنے والوں کے قول کے مطابق ان کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی، لیکن یہ قول سند کے اعتبار سے مردود ہے کیونکہ یہ قول اور ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا قصہ ایک ہی ضعیف اور کمزور سند سے

Marfat.com

مروی ہیں۔

ب- دوسرا قول یہ ہے کہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

ج- تیسرا قول ہے کہ وہ غزوۂ خیبر میں شہید ہوئے۔

دوسرا قول ابن عبدالبر اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے۔

خواہ ان کی شہادت غزوۂ احد میں ہوئی ہو یا غزوۂ خیبر میں، لیکن بہر حال بعض کے نزدیک ان کی وفات رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں ہو چکی تھی اور یہ بات اس قصہ کے معارض ہے، جس میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔

اور چونکہ پہلا قول قصہ کے ساتھ ہی وارد ہوا ہے اور اس کی سند ضعیف اور ناقابل اعتماد ہے، اس لیے ہمارے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا تو ہم دوسرے یا تیسرے قول کو قبول کر لیں کیونکہ ان دونوں قول کے علاوہ مزید کوئی قول موجود نہیں ہے۔

اور یہ دونوں ہی قول اس قصہ کی جڑ اکھاڑ دیتے ہیں اور اس کی بنیاد ڈھا دیتے ہیں یا پھر ہم اس سلسلے میں توقف کریں، کیونکہ ان دونوں قول میں سے کسی کے بارے میں بھی کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔

۴- ایک اور تیر جو اس قصہ کے جگر میں پیوست کیا جاتا ہے اور جو اسے پاش پاش کر دیتا ہے۔ یہ ہے کہ یہ قصہ حدیث کی صحاح، مسانید یا سنن میں وارد نہیں ہے جب کہ یہ واقعہ بہت ہی مشہور اور عام تھا، جیسا کہ قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔

اور پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ قصہ انتہائی اہمیت کا حامل بھی ہے، کیونکہ اس کا تعلق ایک شرعی حکم سے ہے اور وہ ہے مانع زکوۃ کا حکم۔

لہذا اگر یہ قصہ حقیقت میں رونما ہوا ہوتا تو یقیناً صحیح سند سے منقول ہو کر ہم تک پہونچتا، جب کہ ایسے قصے بھی منقول ہوئے ہیں جو بہ نسبت اس قصے کے مسلم معاشرے کے لیے معمولی اہمیت اور کم اثر کے حامل ہیں۔

Marfat.com

بطور مثال یہ کافی ہے کہ کتب صحاح اور سنن نے چند ایسے قصے بھی بیان کیے ہیں، جن میں صاحب قصہ سے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں خطائیں سرزد ہو گئی تھیں اور اس بنا پر بعض صحابہ نے ان پر نفاق کی تہمت لگائی تھی جیسے حاطب بن ابی بلتعہ کا مذکورہ قصہ ہے۔

اسی طرح غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے معاملے میں کعب بن مالک کا مشہور قصہ ہے اور واقعۂ افک بھی ہے جس میں مسطح بن اثاثہ ملوث ہو گئے تھے، اس کے علاوہ بھی متعدد ایسے واقعات وقصے رونما ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے متعلقہ لوگوں کی مدافعت کی، ان کے عذر سے مطمئن ہو کر ان کی توبہ قبول کی اور پھر ان کے لیے استغفار کیا۔

پھر بیچارے ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ ہی تنہا کیوں اس ظلم وجفا اور عجیب وغریب بدسلوکی کے شکار ہوئے۔

۵- رسول اللہ ﷺ نے ان منافقین کا عذر قبول کر لیا تھا جو (بلا کسی عذر کے) جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے جب کہ ان تین مسلمانوں کا عذر جو اسی جہاد میں نہیں گئے تھے، اس وقت تک قبول نہیں کیا تا آنکہ ان کی قبولیت کے بارے میں قرآن کی آیات نازل ہوئیں۔

لہذا ثعلبہ کا معاملہ یا تو ان تین لوگوں کی طرح ہو گا جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور ان کے قصہ کو صحیح مان لینے کی صورت میں یہی ان کی شایان شان بھی ہے کیونکہ وہ بدری صحابی ہیں۔

یا پھر وہ منافقین میں سے شمار ہوں گے، اگر یہ دوسری صورت مان لیں کہ وہ منافق تھے تو رسول اللہ کے یہاں منافقین کی کوئی اہمیت نہیں تھی اور نہ کوئی ان کا وزن تھا آپ ان کے عذر بلا کسی پس وپیش کے قبول کر لیتے تھے، کیونکہ آپ صرف مسلمانوں کی بھلائی کے خواہاں تھے۔

8

Marfat.com

اور اگر پہلی صورت مان لیں کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ خطاکار مومنوں میں سے تھے، تو ہمارے سامنے صرف دو احتمال باقی رہ جائیں گے۔

پہلا احتمال یہ ہے کہ وہ اس خطا کے بعد مرتد ہو گئے تھے، لیکن یہ احتمال جہاں صحیح دلیل کا محتاج ہے وہیں یہ اہل بدر کے بلند مقام و مرتبہ کے معارض بھی ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ غلطی کرنے کے بعد اپنے کیے پر نادم تھے اور یہی بات اس باطل اور مزعومہ قصے سے معلوم ہوتی ہے اور یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی ایسے شخص کی توبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا ہو جس نے اپنے فعل پر نادم ہو کر توبہ کی ہو، بلکہ یہ تو دین کی اس بدیہی بات کے صریح خلاف ہے کہ جب کوئی بندہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

البتہ یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ پر وحی کے نزول میں کبھی کبھی تاخیر ہو جاتی تھی جیسا کہ ان تین صحابہ کرام کے قصہ میں ہوا جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے، یا جیسے اس شخص کے واقعے میں ہوا جس نے اپنے گھر میں ایک قبہ بنا لیا تھا۔(۱) تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اعراض کیا اور اس کے سامنے اپنی ناخوشی کا اظہار کیا تاہم آپ اپنے صحابہ کی بھلائی کے بہت زیادہ خواہاں، ان سے محبت کرنے والے اور ان پر شفیق اور مہربان تھے۔

لہذا یہ قصہ رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ اور کریمانہ اخلاق کے ساتھ میل نہیں کھاتا ہے۔

۶- حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم، کسی شخص کو کسی قسم کی عبادت سے نہیں روک سکتے ہیں ورنہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے والے شمار ہوں گے۔ اور ایسا ان کی شان سے بعید ہے بلکہ ہمیں اس پر تعجب ہوگا کہ حضرت ابو بکر

---

(۱) اس شخص کا قصہ جس نے اپنے گھر میں ایک قبہ بنا لیا تھا، جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض کیا اسے ابو داؤد نے کتاب الادب باب ماجاء فی البناء رقم ۵۲۳۷ میں روایت کیا ہے۔

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے تو منکرین زکوٰۃ کو مرتد (۱) قرار دیتے ہوئے ان سے جنگ کی تھی اور یہ تاریخی جملہ کہا: " واللہ لو منعونی عقالا کانوا یودونه الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لقاتلتهم علیه . (۲)

اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے ایک رسی بھی دینے سے انکار کریں جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں اس کی وجہ سے ان سے قتال کروں گا۔

لہذا منکرین زکوۃ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جنگ کرنا، آپ کے اس عمل سے کیسے ہم آہنگ ہو سکتا ہے کہ آپ نے ایک شخص کو زکاۃ ادا کرنے سے روک دیا جو اسے ادا کرنا چاہتا تھا۔

اور پھر کیا ثعلبہ کے امکان میں یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے مال کی زکاۃ اپنے علاقہ کے فقراء کو دیدیتے۔(۳)

اگر یہاں یہ کہا جائے کہ قصہ میں یہ بات واضح ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے ثعلبہ کی زکاۃ اس لیے واپس کر دی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس کر دیا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تربیتی مقصد کے پیش نظر ان کی زکاۃ واپس کرتے تھے، تاکہ دوسرے لوگ ایسا کرنے سے باز رہیں لیکن جب رسول اللہ ﷺ اپنے رب کے جوار رحمت میں چلے گئے تو اس کا فائدہ ختم ہو گیا۔

---

(۱) منکرین زکاۃ کا کیا حکم ہے، اس کی تفصیل امام نووی کی "المجموع" ۵/ ۳۳۴ اور ابن قدامہ کی المغنی ۲/ ۵۷۳ میں دیکھیں۔

(۲) اس موقف کی توجیہ و تفصیل شوکانی کی "نیل الاوطار ۴/ ۱۳۴ اور قرضاوی کی فقہ الزکاۃ: ۱/ ۷۸-۸۵ میں ملاحظہ کریں۔

(۳) یہ مسئلہ اختلافی ہے اس پر تفصیلی بحث قرضاوی کی فقہ الزکاۃ ۲/ ۷۵۸-۷۶۶ میں دیکھیں، حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان اپنی زکاۃ بذات خود نکال کر ادا کر سکتا ہے اور شافعیہ کے مذہب میں دونوں قول ہیں، جیسا کہ الروضہ ۲/ ۲۰۵ میں اور اس کے آگے موجود ہے

Marfat.com

اس کے بعد جب کہ حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پاس کوئی وحی تو نہیں کی جاتی تھی تو پھر ان کو کہاں سے یہ اختیار ملا کہ مستحقین زکاۃ، فقراء ومساکین کو ان کے اس حق سے محروم کر دیں جو اس مالدار شخص کے مال میں تھا اور جو اپنے مال کی زکاۃ نکالنے کے لیے بے قرار تھا۔

۷- اسلامی احکام و قوانین میں یہ بات معروف ہے کہ اسلام، لوگوں کے ساتھ ان کے ظاہری حالات کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ منافقین کا نفاق جان لینے کے باوجود ان کے ساتھ ظاہر کے مطابق ہی معاملہ کیا کرتے تھے، بلکہ آپ نے اس پر عمل کرتے ہوئے عبد اللہ بن ابی بن سلول کی نماز جنازہ بھی پڑھی اور اس کے کفن کے لیے اپنا کپڑا عنایت فرمایا(۱) کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا، حالانکہ نبی ﷺ کو معلوم تھا کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوگا۔

پھر ان سب کے مقابلے میں ثعلبہ کا فعل کیا اہمیت رکھتا ہے۔؟

۸- یہ قصہ دین کے بدیہی امور کے منافی ہے، وہ اس طرح کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ زکاۃ صرف مسلمان پر ہی واجب ہوتی ہے، کیونکہ زکاۃ ایک عبادت ہے اور عبادت کی صحت کے لیے اسلام شرط ہے۔

مذکورہ قصہ کی نص کے مطابق اگر ثعلبہ منافق تھے تو ان کی طرف سے زکاۃ ہی صحیح نہیں ہوگی، خواہ انہوں نے اسے رسول اللہ و کے پاس بھیجا ہو یا اسے اپنے پاس روک لیا ہو۔

اس کے باوجود جو منافقین رسول اللہ ﷺ کے پاس زکاۃ لے کر آتے تھے،

---

(۱) رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی بن سلول کے لیے اپنا کپڑا عنایت فرمایا تھا، اور اس کی نماز جنازہ پڑھی تھی، اس قصہ کو امام بخاری نے کتاب الجنائز باب الکفن فی القمیص (۳/ ۱۱۰) طباعت حلبی میں اور مسلم نے کتاب فضائل عمر رقم (۲۴۰۰) اور صفات المنافقین رقم (۲۷۷۴) وغیرہ میں روایت کیا ہے حافظ ابن حجر نے اس قصہ کی جو توجیہ کی ہے اسے ملاحظہ کریں فتح الباری (۸/ ۲۵۳) طباعت حلبی۔

Marfat.com

آپ ظاہر پر عمل کرتے ہوئے اسے قبول کر لیتے تھے۔

لہذا اگر ثعلبہ منافقین میں سے ہوتے تو انہیں آہ وبکاء اور ندامت کی ضرورت پیش آتی اور نہ رسول اللہ ﷺ کو اس شخص کے ساتھ سخت تربیتی اسلوب اپنانے کی، جس کو ایسا تصرف بھاتا ہو۔

۹- یہ قصہ اس اسلوب کے منافی ہے، جو منکرین زکاۃ کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے اختیار کیا تھا، کیونکہ زکاۃ مال کا حق ہے اور فقراء ومساکین وغیرہ اس کے مستحق ہیں۔ لہذا اگر اغنیاء اس کی ادائیگی سے گریز کریں تو اس کے حصول کی ذمہ داری امام المسلمین پر عائد ہوگی۔ اور یہ پیچھے گزر چکا ہے کہ منکرین زکاۃ کے ساتھ صحابہ کرام نے کس طرح جنگ کی تھی۔

اور اس سلسلے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

" من أعطى زكاة ماله مؤتجرا فله اجرها ، ومن منعها فإنا اخذوها وشطر ماله غرمة من غرمات ربنا ، ليس لآل محمد منها شئ ......" (۱)

جس نے ثواب کی نیت سے اپنے مال کی زکاۃ ادا کی، اس کو اس کا اجر ملے گا اور جس نے زکاۃ دینے سے انکار کیا تو ہم زکاۃ بھی لیں گے اور اس کے مال کا نصف حصہ

---

(۱) اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند (۵/ ۲، ۴) میں بہز بن حکیم (عن ابیہ عن جدہ) سے ابوداؤد نے کتاب الزکاۃ باب فی زکاۃ السائمہ رقم (۱۵۷۵) اور نسائی نے کتاب الزکاۃ باب عقوبۃ مانع الزکاۃ (۵/ ۱۱) میں روایت کیا ہے۔

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی کا قدیم قول ہے کہ جس نے اپنے مال کی زکاۃ روک لی، اس سے زکاۃ بھی وصول کی جائے گی اور زکاۃ روک لینے کی سزا کے طور پر اس کے مال کا ایک حصہ بھی اور انہوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور ان کا جدید قول یہ ہے کہ صرف زکاۃ وصول کی جائے گی، کچھ اور نہیں۔ انہوں نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ ملاحظہ کریں جامع الاصول (۴/ ۵۷۴)۔

امام بیہقی نے امام شافعی سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر بہز بن حکیم کی حدیث ثابت اور صحیح ہوتی تو ہم اسی پر عمل کرتے "السنن الکبری" (۴/ ۱۰۵)۔

اور علامہ قرضاوی کی فقہ الزکاۃ (۲/ ۷۷۹-۷۸۲) میں بہترین بحث ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

بھی یہ ہمارے رب کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔اس میں سے آل محمدؐ کے لیے کچھ بھی جائز نہیں ہے۔

اس لئے مناسب نہیں ہوگا کہ ان مالداروں کے ساتھ جو انتہائی بخیل، حریص اور کم ظرف ہیں انؔ کی خواہشات کے مطابق معاملہ کیا جائے،بلکہ حق تو یہ ہے کہ جن حرام چیزوں میں وہ رغبت رکھتے ہیں ان میں ان کی خواہشات کے برعکس ان کے ساتھ رویہ اپنایا جائے، کیونکہ یہی انؔ کے حالات کے زیادہ مناسب، ان کے حق میں بہتر اور اس مسلم معاشرہ کے لیے زیادہ نفع بخش ہے، جس میں اس قسم کے لوگ موجود ہیں۔

شیخ رشید رضا فرماتے ہیں:

''حدیث میں کچھ ایسے اشکال ہیں جو آیات کے شان نزول اور ثعلبہ کی توبہ کی عدم قبولیت سے تعلق رکھتے ہیں جب کہ حدیث کے ظاہر مفہوم، خصوصا ان کی آہ وبکاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی توبہ سچی تھی اور اس وقت عمل اس پر تھا کہ منافقین کے ظاہری حالات کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کیا جاتا تھا۔

نیز آیات کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ بخل واعراض سے وہ توبہ نہیں کریں گے اور نفاق پر ہی ان کی وفات ہوگی اور یہ کہ نبی ﷺ اور آپ کے دونوں خلیفہ نے اسی کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کیا، نہ کہ ظاہر شریعت کے مطابق۔ اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے، جس کی اسلام میں کوئی نظیر نہیں ہے۔''(۱)

۱۰- بعض روایات میں مذکور ہے کہ ثعلبہ اپنے زہد وپرہیز گاری کے اعتبار سے ''حمامۃ المسجد'' تھے تو کیا مسجد کی تعلیم وتربیت میں اتنی قوت وتاثیر نہیں ہے کہ وہ راہ آخرت اور دنیوی ضروریات کے درمیان توازن قائم کرسکے۔؟

---

(۱) تفسیر المنار (۴۸۴/۱۰)

Marfat.com

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسجد ہی وہ حقیقی مدرسہ اور علمی گہوارہ ہے، جہاں سے تربیت پا کر ایسے لوگ نکلتے ہیں جو دنیوی ساز و سامان پر اس چیز کو ترجیح دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے۔

لہذا یہ محال ہے کہ مسجد کی خالص تربیت، ارتداد، نفاق اور خود غرضی کا سبب ہو اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ثعلبہ کے قصہ کی تصحیح کرنا، اس مثالی تربیت کو مطعون کرنے کے مترادف ہوگا۔

☼☼☼

Marfat.com

اس قصہ سے متعلق

محدثین اور ناقدین کے اقوال کا خلاصہ

گزشتہ صفحات میں میں نے یہ ذکر کیا ہے کہ ابن ہشام نے معتبر اہل علم سے نقل کیا ہے کہ نفاق کی یہ تہمت صحیح نہیں ہے اور یہ کہ ثعلبہ، معتب بن قشیر اور عبتل بن حارث اہل بدر میں سے ہیں، منافقین میں سے نہیں ہیں۔

اور اس حکایت کی تضعیف کے سلسلے میں میں نے بیہقی، ابن عبد البر، ابن الاثیر، قرطبی، ذہبی، ہیثمی اور سیوطی کے اقوال نقل کیے ہیں، اسی طرح میں نے "الاصابہ" سے حافظ ابن حجر کے بھی چند اقوال ذکر کر دیے ہیں۔

یہاں میں اتنا اضافہ کروں گا کہ حافظ ابن حجر نے احادیث کشاف کی تخریج میں فرمایا ہے کہ "یہ حدیث سخت ضعیف ہے" نیز انہوں نے فتح الباری میں کہا کہ۔(۱)

"ابن الاثیر نے "التاریخ" میں بالجزم کہا ہے (۲) کہ زکاۃ کی فرضیت ۹ھ میں ہوئی ہے۔ بعض حضرات نے ابن الاثیر کے قول کو اس امر سے تقویت دی ہے، جو ثعلبہ بن حاطب کے طویل قصے میں واقع ہوا ہے، لیکن وہ ضعیف حدیث ہے جو قابل حجت نہیں ہو سکتی۔"

حافظ عراقی نے کہا کہ (۳) اس حدیث کو طبرانی نے ضعیف سند سے روایت

(۱) فتح الباری ۳/۲۶۶

(۲) الکامل فی التاریخ ۲/۱۹۹، ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ اسی سن میں زکاۃ فرض ہوئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ وصول کرنے والوں کو مختلف علاقوں میں روانہ کیا تھا۔

(۳) تخریج احادیث الاحیاء معہ ۳/۲۶۶ حاشیہ رقم (۱)

Marfat.com

کیا ہے۔ مناوی نے (۱) اس قصہ کی تضعیف کے سلسلے میں امام بیہقی اور حافظ ابن حجر کے اقوال نقل کر کے ان پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔

اور معاصرین میں سے علامہ احمد محمد شاکر، ہمارے شیخ علامہ محمد حافظ التجانی، شیخ ناصر الدین البانی (۲) اور سید محمد رشید رضا نے اس قصہ کو تضعیف کی ہے، نیز ابن حمزہ حسینی (۳) نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

غالباً اس سلسلے میں سب سے جامع بات جس پر میں مطلع ہوا، امام ابن حزم (۴) کی وہ توجیہ ہے، جسے انہوں نے اپنی کتاب "المحلی" میں بیان کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

" اللہ تعالی نے فرمایا(ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله ......يكذبون .)

ابن حزم کہتے ہیں...... یہ بھی ایک صفت ہے جسے اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے اس کو بذات خود ہر وہ شخص جانتا ہے، جس نے ایسا کیا ہے، اور اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے معلوم ہو کہ اس صفت کا حامل شخص معروف اور متعین ہے۔

البتہ ہم سے ایک اثر بیان کیا گیا ہے، جو صحیح نہیں ہے، اور جس میں کہا گیا ہے کہ آیت ثعلبہ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن یہ باطل ہے، کیونکہ ثعلبہ مشہور بدری صحابی ہیں۔

اور پھر ابن حزم نے معان بن رفاعہ کی سند سے یہ حدیث روایت کرنے کے بعد کہا:

"بلاشبہ یہ باطل ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کے اموال سے زکاۃ لینے

---

(۱) فیض القدیر ۴/۵۲۷

(۲) علامہ البانی فرماتے ہیں کہ قصہ سخت ضعیف ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر ۴/۱۲۵

(۳) اسباب ورود الحدیث الشریف ۳/۶۶

(۴) المحلی لابن حزم ۱۱/۲۰۷-۲۰۸

Marfat.com

کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت حکم دیا تھا کہ جزیرۃ العرب میں دو دین باقی نہ رہیں۔

لہذا ثعلبہ اگر مسلمان تھے تو اس صورت میں حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر فرض تھا کہ وہ لازمی طور پر بغیر کسی گنجائش کے ان کے زکاۃ وصول کرتے۔

اور اگر وہ کافر تھے تو پھر جزیرۃ العرب میں وہ نہیں ٹھہر سکتے تھے، لہذا یہ اثر بلاشبہ ساقط ہو گیا۔

"نیز اس حدیث کے رواۃ میں معان بن رفاعہ، قاسم بن عبد الرحمٰن اور علی بن یزید ابو عبد الملک الہانی ہیں جو سب کے سب ضعیف ہیں۔"

یہ امام ابن حزم رحمہ اللہ کی جانب سے بہت ہی عمدہ توجیہ ہے۔

اور یہ امر مخفی نہیں کہ ابن حزم نے سب سے پہلے قصہ کے متن سے بحث کی اور اس کو باطل کر دیا، پھر سند کی تحقیق کی اور اس کے رواۃ کو ضعیف قرار دیا۔

چنانچہ اس قصہ کی سند اور متن دونوں ہی کمزور قرار پائے اور اسی نتیجہ پر ہم بھی پہونچے ہیں۔

میں نے اس عنوان (کیا اس قصہ کے بطلان پر پہلے بھی کوئی متنبہ ہوا؟) کے تحت ان ائمہ کا تذکرہ کیا تھا، جنہوں نے اس قصہ کی تضعیف کرتے ہوئے اس پر بطلان کا حکم لگایا تھا، اگر آپ چاہیں تو اس کی طرف رجوع کریں۔

یوں تو ہمارے بعض مباحث ہی سے غرض کی تکمیل ہو جاتی ہے، تاہم قطع عذر کے طور پر ہم نے چاہا کہ ممکن حد تک مسئلہ کی تہہ تک پہنچ جائیں۔

اور اسی کے ساتھ ہم ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے قصہ پر بحث و تنقید سے فارغ ہوئے۔ واللہ ولی توفیقنا

☼☼☼

Marfat.com

چند دوسرے مظلوم صحابہ کرام

اللہ تعالیٰ کے قول: (ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين) کے سبب نزول کے سلسلے میں متعدد اقوال ہیں۔

اور ان اقوال کے تعدد کے مطابق ہی ان صحابہ کی تعداد بھی ہے، جن پر نفاق کی تہمت لگائی گئی، چنانچہ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسرے تین صحابہ اور ہیں جو اس تہمت کا شکار ہوئے، وہ ہیں: جد بن قیس سلمی انصاری، معتب بن قشیر عوفی انصاری اور نبتل بن حارث عوفی انصاری۔

اور چوں کہ ان کے نام متعدد مقامات پر اجتماعی اور انفرادی طور پر بار بار آئے ہیں اس لیے میں نے اس بات کو ترجیح دی کہ ان کی شخصیات کا تعارف کراتے ہوئے، ان پر جو تہمتیں لگائی گئی ہیں ان پر بحث و مناقشہ کروں تاکہ صحیح صورتحال واضح ہو جائے اور ان کی قدر و منزلت معلوم ہو جائے، یا پھر جو الزام ان کے خلاف ثابت ہوں، ان پر چسپاں کر دیا جائے۔ ان صحابہ کی ترتیب درج ذیل ہے:

(۱) جد بن قیس انصاری (۲) معتب بن قشیر انصاری (۳) نبتل بن حارث عوفی انصاری۔

☼☼☼

Marfat.com

۱- جد بن قیس انصاریؓ

اہل علم نے جد بن قیس پر متعدد سنگین الزامات عائد کیے ہیں، لیکن قبل اس کے کہ ان الزامات کو بیان کریں، ہم جد بن قیس کا نام ونسب اور ان کی سوانح حیات کا ایک مختصر خاکہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔(۱)

آپ ہیں جد بن قیس بن صخر بن خنساء انصاری، جابر بن عبداللہ انصاری کے ماموں۔

طبرانی (۲) نے ایسی سند سے، جس کے رواۃ ثقہ ہیں، جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا، میرے ماموں مجھے انصار کے ان ستر سواروں کے ساتھ لے گئے، جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہمارے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا:

"اے چچا اپنے ماموؤں کی دیکھ بھال کریں اور ان کا خیال رکھیں......!"

اس حدیث میں بیعت عقبہ اولی کا پورا قصہ ہے۔"

اس حدیث کے متعدد شواہد ہیں، ان میں سے بعض کو ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے، ان شواہد سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ جد بن قیس انصار کے ان اوائل مسلمین میں سے تھے، جو محض برضا ورغبت مسلمان ہوئے تھے اور یہ کہیں مذکور نہیں کہ کسی بھی منافق نے عقبہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی، بلکہ منافقین

---

(۱) اس سلسلے میں ملاحظہ کریں: طبقات ابن سعد ۲/۱۰۰، ۳/۵۷۱، سیرت ابن ہشام ۱/۴۶۱، ۵۲۶، ۲/۳۱۵، ۵۱۶، الاصابہ ۱/۲۲۸، اسباب النزول للواحدی ص ۲۴۶، الدر المنثور ۳/۲۴۷۔

(۲) المعجم الکبیر ۲/۲۰۲، مجمع الزوائد ۶/۴۹ میں ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد قوی ہے۔

Marfat.com

نے اپنے اسلام کا اظہار مدینہ میں اس وقت کیا جب وہ غالب اور مستحکم ہو چکا تھا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ (۱) اس حدیث کی سند قوی ہے۔

ابن مندہ کہتے ہیں کہ حدیث غریب ہے، اس کو روایت کرنے میں محمد بن عمران بن ابی لیلی متفرد ہیں اور جد بن قیس بنو سلمہ کے سردار تھے۔

امام ابن حزم نے فرمایا ہے (۲) کہ محمد بن عمران بن ابی لیلی متکلم فیہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ مذکورہ حدیث میں غرابت سے کوئی نقصان نہیں ہے، کیونکہ ثقہ کا تفرد مقبول ہوتا ہے۔

جد بن قیس اپنی قوم میں بخیل سمجھے جاتے تھے، چنانچہ امام بخاری نے "الادب المفرد" (۳) میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو سلمہ سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ ہم نے کہا کہ جد بن قیس ہیں، البتہ ہم انہیں بخیل سمجھتے ہیں، آپ نے فرمایا، بخل سے بڑھ کر بھی کوئی بیماری ہے؟ تم لوگوں کے سردار جد بن قیس نہیں بلکہ عمرو بن جموح ہیں۔

امام بخاری کے نزدیک اس حدیث کی سند قوی ہے، نیز اس کے متعدد شواہد ہیں، جن سے اس کو تقویت ملتی ہے۔

جد بن قیس پر متعدد تہمتیں لگائی گئی ہیں:

۱- حدیبیہ کے دن انہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔

---

(۱) الاصابہ /۲۸۸

(۲) جمہرۃ انساب العرب ص ۳۵۹

(۳) الادب المفرد، باب البخل رقم ۲۹۶ ص ۱۱۱، ابو نعیم نے اسے "الحلیہ" ۷ /۳۱۷ میں روایت کیا ہے، اس کے رواۃ ثقہ ہیں، البتہ یہ مرسل ہے، کیونکہ محمد بن منکدر نے نبی ﷺ کو نہیں پایا تھا، یہ شاہد ہونے کے قابل ہے۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد ۹ /۳۱۴ میں متعدد ضعیف روایات ذکر کی ہیں، نیز ملاحظہ کریں، مجمع الزوائد ۳ /۱۲۶۔ ان میں سے بیشتر روایات حافظ ابن حجر نے "الاصابہ ۲ /۵۲۹ میں ذکر کی ہیں، لیکن ان پر صحت یا ضعف کا حکم نہیں لگایا ہے اور سیرت ابن ہشام ۱ /۴۶۱ مگر ان کے نزدیک بشر بن براء جد پر مقدم ہیں۔

Marfat.com

امام مسلم (۱) نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے موت پر بیعت نہیں کی تھی، بلکہ اس پر بیعت کی تھی کہ ہم لڑائی سے بھاگیں گے نہیں اور ہم اس دن ایک ہزار چار سو تھے۔

امام مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ حدیبیہ کے دن کتنے لوگ تھے؟ تو انہوں نے کہا ہم چودہ سو تھے، چنانچہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس حال میں بیعت کی کہ ببول کے درخت کے نیچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، سوائے جد بن قیس کے جو اپنے اونٹ کے پیٹ کے نیچے چھپ گئے تھے، ہم سب لوگوں نے آپ سے بیعت کی تھی۔

اس حدیث کو امام مسلم نے متابعت کے طور پر روایت کیا ہے۔

اس حدیث کے ایک راوی (۲) محمد بن حاتم بن میمون بغدادی السمین ہیں۔

ان کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ "وہ صدوق ہیں" بسا اوقات ان سے وہم ہو گیا ہے، ان کی حدیث کے سلسلے میں اس وقت تک توقف کیا جائے گا، جب تک اسے ثقات کی حدیث پر پیش کر کے جانچ نہ لیا جائے کہ آیا وہ شاذ ہیں یا انہوں نے ثقات کی مخالفت کی ہے۔

حدیث کے دوسرے راوی حجاج بن محمد اعور ہیں۔ (۳)

ان کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ "وہ ثقہ، ثبت ہیں، یہ اگرچہ ابن جریج کے سلسلے میں سب سے زیادہ ثبت ہیں، تاہم انہوں نے اختلاط کی حالت میں حدیث روایت کی ہے۔"

ان کی حدیث اسی وقت قابل حجت ہو گی جب اس پر ان کی متابعت کی جائے، یا یہ ثابت ہو جائے کہ یہ اختلاط سے پہلے کی حدیث ہے۔

---

(۱) مسلم نے اس کو امارۃ، باب استحباب، مبایعۃ الامام الجیش (رقم ۱۸۵۶/ ۶۹) میں روایت کیا ہے۔

(۲) التقریب ۲/ ۱۵۲ (۳) سابق مرجع ۱/ ۱۵۴

Marfat.com

مجھے اس حدیث کی ایک قوی متابعت مل گئی ہے، جو تنہا حجت ہے اور جسے ابن سعد نے "طبقات" (۱) میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حدیبیہ والے دن لوگوں کی تعداد کتنی تھی ؟ اس کے بعد انہوں نے بعینہ انہیں الفاظ سے حدیث ذکر کی ہے۔

لہذا حدیث صحیح ہے اور صرف جد بن قیس ہی نے حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کی تھی۔

اسی بنا پر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ان اقوال:

(ليدخل الجنة من بايع تحت الشجرة ، الا صاحب الجمل الاحمر) (۲) وہ تمام لوگ ضرور جنت میں جائیں گے، جنہوں نے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کی تھی، سوائے سرخ اونٹ والے کے۔

(كلكم مغفور له الا صاحب الجمل الأحمر .) (۳) تم سب لوگوں کی مغفرت ہو گئی، سوائے سرخ اونٹ والے کے" کو جد بن قیس پر محمول کیا ہے کہ حدیث میں یہی مراد ہیں۔

حدیث کے راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم جد بن قیس کے پاس آئے اور ان سے کہا، آؤ رسول اللہ ﷺ سے تمہارے لیے مغفرت طلب کریں تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم مجھے میرا گمشدہ (اونٹ) مل جائے، یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ تمہارے ساتھی میرے لیے مغفرت طلب کریں۔

یہ شخص اپنی گمشدہ چیز کے متعلق لوگوں سے دریافت کر رہا تھا۔

جابر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

"وہ ایک اعرابی تھا جو اپنی گمشدہ چیز (اونٹ) کی تشہیر کر رہا تھا۔"

لیکن "صاحب جمل احمر" کو جد بن قیس پر محمول کرنا میرے نزدیک محل نظر

(۱) طبقات ابن سعد ۲/ ۱۰۰

(۲) ترمذی نے اسے المناقب رقم (۳۸۶۳) میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حسن غریب ہے۔

(۳) امام مسلم نے اسے صفات المنافقین رقم (۲۷۸۰) میں روایت کیا ہے۔

Marfat.com

ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔(لیدخلن الجنة من بایع تحت الشجرة الا صاحب الجمل الاحمر .)

"جن لوگوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی وہ سب لوگ جنت میں جائیں گے، سوائے "صاحب جمل احمر" کے"

لہذا اگر "صاحب جمل احمر" ہی وہ اعرابی ہے، جس نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کو مصافحہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے بھی مصافحہ وغیرہ کیا، تو اس صورت میں جد بن قیس قطعاً وہ اعرابی نہیں ہیں، کیونکہ انہوں نے اس دن بیعت کی تھی اور نہ مصافحہ کیا تھا۔

اور جب کہ صحیح مسلم میں یہ روایت مجمل اور مفصل دونوں طرح موجود ہے تو اس قصہ کو جد بن قیس پر ہی کیوں محمول کیا جاتا ہے۔؟

نیز ترمذی کی اس حدیث(لیدخلن الجنة من بایع تحت الشجرة الا صاحب الجمل الاحمر) سے استدلال کرنا بھی محل نظر ہے، کیونکہ حدیث بظاہر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے ایک شخص کے لیے جو سرخ اونٹ والا تھا جنت کا وعدہ نہیں کیا گیا ہے، ترمذی کی یہ روایت مجمل ہے، اسے مسلم کی روایت پر محمول کیا جائے گا، لہذا کوئی تناقض باقی نہیں رہے گا اور نہ جد بن قیس پر مذکورہ سبب کی وجہ سے کوئی آنچ آئے گی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ نبی ﷺ کی مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جنت میں ضرور داخل ہوں گے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، سوائے سرخ اونٹ والے کے کیونکہ اگرچہ وہ بیعت کے موقع پر موجود تھا، تاہم اس نے بیعت نہیں کی تھی۔ لہذا یہ اس مقدس وعدہ کے ضمن میں نہیں آئے گا۔

اور یہی مفہوم اعرابی پر منطبق ہوگا، اس لیے کہ مسلم کی روایت میں تعیین کی گئی ہے کہ اس کا اونٹ سرخ تھا اور جد بن قیس کے بارے میں ہے کہ وہ اپنے اونٹ کے

Marfat.com

پیٹ کے نیچے چھپ گئے تھے، لیکن ان کے اونٹ کے بارے میں یہ صراحت نہیں ہے کہ وہ سرخ تھا سرخ اونٹ والا اعرابی شخص تھا، جب کہ جد بن قیس مدینہ کے سرداروں میں سے تھے اور ظاہر نصوص پر عمل کرنا اولی ہے۔

پھر نصوص قرآنیہ جنہوں نے منافقین کو بے نقاب کیا، ان کا مقصود نفاق کی صورت حال کی سنگینی اور نزاکت کو اجاگر کرنا تھا، نہ کہ خود منافقین کو، کیونکہ اس وقت منافقین کی تعداد زیادہ تھی اور نہ وہ مضبوط اور طاقتور تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی تصریح کے مطابق غزوۂ تبوک کے بعد ان کی تعداد پندرہ اشخاص سے زیادہ نہیں تھی (۱) اور نبی ﷺ نے ان میں سے تین کا عذر قبول کرتے ہوئے یہ صراحت کی کہ ان کی امت میں بارہ منافق ہیں۔ (۲)

لہذا یہ ثابت ہو گئی کہ جد بن قیس بخیل تھے اور انہوں نے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت نہیں کی تھی، بلکہ اپنے اونٹ کے پیٹ کے نیچے چھپ گئے تھے لیکن کیا ان کا بیعت نہ کرنا نفاق کی دلیل ہے؟

ابن اسحاق فرماتے ہیں (۳) کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو آپ نے فرمایا:

''ہم یہاں سے اس وقت تک نہیں ہٹیں گے، جب تک دشمن سے قتال نہیں کر لیں گے'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی اور یہی بیعت رضوان تھی، جو درخت کے نیچے انجام پائی تھی۔ اس بیعت کے موقع پر موجود مسلمانوں میں سے سوائے جد بن قیس کے اور کوئی بھی نبی ﷺ سے بیعت کرنے سے پیچھے نہیں رہا۔

---

(۱) مسلم، صفات المنافقین، رقم ۲۷۷۹/۱۱

(۲) سابق مصدر، رقم ۲۸۸۹/۹

(۳) سیرت ابن ہشام ۲/۳۱۵-۳۱۶۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے جب فرار نہ کرنے پر لوگوں سے بیعت کا مطالبہ کیا تو جد بن قیس نے اس پر بیعت نہیں کی، تو کیا اس بیعت نہ کرنے کا مطلب ارتداد ہے یا یہ خود غرضی اور حب دنیا پر دلالت کرتا ہے، یا دوسرے امور پر؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ما كان لاهل المدينة ومن حولهم من الاعراب ان يتخلفوا عن رسول الله ولا يرغبوا بانفسهم عن نفسه ذلك بانهم لا يصيبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة في سبيل الله ولا يطأون موطيأ يغيظ الكفار ولا ينالون من عدو نيلا الا كتب لهم به عمل صالح ان الله لا يضيع اجر المحسنين) . التوبة : ۱۲۰ .

"اہل مدینہ اور ان کے ارد گرد کے رہنے والے دیہاتیوں کو زیبا نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے پیاری سمجھیں۔ یہ اس لیے کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ اللہ کی راہ میں بھوک، پیاس اور جسمانی مشقت کی کوئی تکلیف وہ جھیلیں اور منکرین حق کو جو راہ ناگوار ہے اس پر کوئی قدم وہ اٹھائیں، اور کسی دشمن سے کوئی انتقام وہ لیں، اور اس کے بدلے ان کے حق میں ایک عمل صالح نہ لکھا جائے، یقیناً اللہ کے ہاں محسنوں کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔"

طبری قتادہ (۱) سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب اللہ کے نبی بذات خود کسی غزوہ میں تشریف لے جائیں تو کسی شخص کے لیے روا نہیں کہ وہ نبی سے پیچھے رہ جائے۔

طبری نے اس جیسا قول متعدد اسلاف سے ذکر کر کے ترجیح اس بات کو دی ہے کہ نبی ﷺ سے اس وقت پیچھے رہ جانا جب وہ اس سے مستغنی اور بے نیاز ہوں تو یہ اگر آپ کی ناپسندیدگی اور کراہت کی وجہ سے نہ ہوا ہو تو ممنوع نہیں ہوگا۔

آج بھی مسلمانوں کا ان کے حاکم کے متعلق یہی حکم ہے۔ لہذا سب

---

(۱) تفسیر الطبری ۱۳/ ۵۶۳-۵۶۴

Marfat.com

مسلمانوں پر یہ فرض نہیں ہے کہ جنگ کے لیے امام کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں، سوائے اس وقت کے جب امام کو ان سب کی ضرورت پڑے، تو اس صورت میں اس کی اطاعت ان پر لازم ہو گی۔

بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو بیعت کے لیے بلایا تھا اور جد بن قیس نے اپنی جان رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پیاری سمجھی، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ جد بن قیس کی یہ حرکت، گناہ کبیرہ ہونے کے باوجود ان کو منافق یا مرتد بنا دے گی۔

یہ ساری باتیں اس لیے میں کہہ رہا ہوں، تا کہ ہم کہیں کسی صحابی پر نفاق کی تہمت نہ لگا بیٹھیں، جب کہ یہ بات ممکن ہے کہ ان کو معذور قرار دیا جائے، یا پھر اس کی کوئی تاویل کی جائے۔

۲- دوسری تہمت:

دوسری تہمت یہ ہے کہ جد بن قیس نے غزوۂ تبوک کے موقع پر اپنی جان نبی ﷺ سے زیادہ پیاری سمجھی اور بہانہ یہ کیا کہ انہیں رومی عورتوں سے فتنے کا خوف ہے۔

طبرانی نے (۱) یحیٰ بن عبد الحمید الحمانی، بشر بن عمارہ، ابو روق اور ضحاک مزاحم کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"جب رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کا قصد کیا تو جد بن قیس سے فرمایا: کیا تمہیں رومی عورتوں میں رغبت ہے؟ تو انہوں نے کہا آپ مجھے غزوہ سے پیچھے رہ جانے کی جانے کی اجازت دیجیے اور مجھے آزمائش اور فتنے میں نہ ڈالیے۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی۔(ومنهم من يقول ائذن لی ولا تفتنی الا فی الفتننة سقطوا وان جهنم لمحيطة بالكافرين .) (التوبة : ٤٩)

---

(۱) المعجم الکبیر ۲/۳۰۸ ہیثمی مجمع الزوائد ۷/۳۰ میں فرماتے ہیں کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں یحیٰ احمانی ہیں جو ضعیف ہیں، سیرۃ ابن ہشام ۱/۵۲۶، ۲/۵۱۶، اسباب النزول للواحدی ص ۵۴۶۔

Marfat.com

اور ان میں سے کوئی آپ سے یوں کہتا ہے کہ آپ مجھے پیچھے رہ جانے کی اجازت دیدیجئے اور مجھے آزمائش اور فتنے میں نہ ڈالیے، واضح رہے کہ آزمائش میں تو وہ پڑ ہی چکے ہیں، بیشک جہنم نے کافروں کو گھیر رکھا ہے۔

طبری نے (۱) یزید بن رومان، زہری، عبد اللہ بن ابی بکر اور عاصم بن عمر وغیرہ سے روایت کی ہے کہ "نبی ﷺ نے جد بن قیس سے کہا کہ اے جد بن قیس! کیا تمہیں اس سال رومی عورتوں میں رغبت ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے غزوہ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دیکر فتنہ سے بچالیں گے"؟

اس کے بعد حدیث کا بقیہ حصہ بیان کیا ہے۔

اسی طرح طبری نے جابر بن زید سے یہ روایت کی ہے کہ جس شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وہ ایک منافق تھا، جس کا نام جد بن قیس تھا اور نبو سلمہ اسے بخیل اور بزدل کہتے تھے۔

مذکورہ تمام روایات تابعین پر موقوف ہیں، اور ان میں سے جو مرفوع بھی ہیں ان میں سے ہر ایک میں مقال ہے۔

اور اللہ تعالی کے اس قول (وان جهنم لمحيطة بالكافرين) کی طبری نے جو تفسیر کی ہے وہ میرے لیے تعجب خیز ہے، وہ کہتے ہیں کہ: (۲)

"جد بن قیس اور اس جیسے منافقین کے لئے رسوا اور ذلیل ہو کر جہنم میں جانا کافی ہے"

اس سے پہلے اس آیت (ولا تفتني) کی تفسیر میں کہہ چکے ہیں کہ: (۳)

"جد کہتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے روم کی عورتوں اور ان کی

(۱) تفسیر الطبری ۱۴/ ۲۸۷-۲۸۸ تفسیر ابن کثیر ۲/ ۳۶۲، قرطبی ۸/ ۱۵۸-۱۵۹ اور ابن قیم نے اسے زاد المعاد میں ابن اسحاق ۳/ ۵۲۶ سے نقل کیا ہے اور اسے ثابت مانا جاتا ہے۔

(۲) تفسیر الطبری ۱۴/ ۲۸۹

(۳) سابق مصدر ۱۴/ ۲۸۶

Marfat.com

لڑکیوں کے دیدار سے، ابتلاء میں نہ ڈالیں، کیونکہ میرا دل عورتوں کا مشتاق ہے، اگر میں ان کی طرف جاؤں گا تو اس کی وجہ سے گنہگار ہوں گا۔

اور طبری نے ذکر کیا ہے کی یہ آیت جد بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور اسی تفسیر پر مفسرین کے اقوال متفق ہیں۔"

اور ابن عباس سے مروی طبری کی حدیث جب طبرانی کی حدیث کی تائید کرتی ہے اور تابعین کے آثار بھی اس کے موافق ہیں تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث کی کوئی اصل ضرور ہے۔ شاید اسی وجہ سے طبری یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ: "اسی تفسیر پر مفسرین کے اقوال متفق ہیں۔"

لہذا جد بن قیس اور ان جیسے منافقین کے لیے رسوا اور ذلیل ہو کر جہنم میں جانا کافی ہے۔"

اگر چہ مجھے اس قصہ کے ثبوت پر یقین نہیں ہے۔ کیونکہ ابن اسحاق کا عنعنہ خوفزدہ کرتا ہے اور جیسا کہ مخفی نہیں، حجاج کو اختلاط ہو گیا تھا اور طبرانی کی روایت میں حمانی جیسے راوی ہیں اور اس کے بعض دوسرے رواۃ میں بھی مقال ہے، تاہم میں کہتا ہوں کہ اگر یہ قصہ صحیح ثابت ہو جائے تو ہم ابن عبد البر کے اس قول (۱) کا کیا جواب دیں گے کہ "جد نے توبہ کر لی تھی، اور اچھی طرح توبہ کی تھی۔"

اس قصہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص اگر چہ اس کی صحابیت قدیم ہے، تاہم اس کے بخل اور بزدلی کے سبب اس کے یہاں استقامت اور نبی ﷺ کے لیے قربانی کا جذبہ نہیں تھا۔

لیکن اشکال پھر بھی باقی رہتا ہے کہ بظاہر وہ غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے تھے، کیونکہ وہ قدیم الاسلام ہیں۔

جد بن قیس کے بیٹے عبد اللہ بن جد بن قیس کے تذکرے میں ابن سعد فرماتے ہیں: (۲)

---

(۱) الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ۱/۲۵۰، الاصابہ ۱/۲۲۸

(۲) طبقات ابن سعد ۳/۵۷۱

Marfat.com

"عبداللہ، بدر اور احد دونوں میں شریک ہوئے تھے، ان کے والد جد بن قیس تھے، جن کی کنیت ابو وہب تھی، انہوں نے اسلام کا اظہار کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ متعدد غزوات میں حصہ لیا، لیکن وہ منافق تھے اور جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے گئے تو انہیں کے بارے میں یہ آیت (ومنهم من يقول ائذن لی ولا تفتنی الا فی الفتنة سقطوا) نازل ہوئی۔

عبداللہ کی کوئی ذریت نہیں ہے البتہ ان کے بھائی محمد کی ذریت موجود ہے۔"

نفاق اور منافقین کے مسئلہ پر میں نے ایک مستقل مقالہ لکھا ہے۔(۱) جس میں سے میں نے ان منافقین کے اسماء کی تحقیق کی ہے، جن کو ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے۔ ان کی کل تعداد بیالیس ہے، جن میں سے سات منافقین یہود میں سے ہیں اور باقی انصار میں سے ہیں۔

یہاں میں اس بات کو ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ جد بن قیس پر نفاق کی تہمت لگانا جلد بازی سے کام لینا ہے، جسے میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا، کیونکہ کبائر، مرتکب کبائر کو منافق نہیں بنا دیتے ہیں، الا یہ کہ اس سے مراد عملی نفاق ہو، واللہ اعلم۔

☼☼☼

(۱) المنافقون و قصصهم لمحمد بن اسحاق، دراسہ و تحقیق۔

Marfat.com

۲-معتب بن قشیرؓ

متہم صحابہ کرام میں دوسرے صحابی معتب بن قشیر ہیں، ان کے سلسلۂ نسب کے بارے میں

امام ابن حزم فرماتے ہیں: (۱) کہ یہ معتب بن قشیر بن ملیل بن زید بن العطاف ابن ضبیعہ ہیں۔ بنو عمرو بن عوف بن مالک بن الأوس میں سے تھے۔

ابن حبان نے ان کو ان انصار میں ذکر کیا ہے جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ (۲) اور ابن اسحاق نے ان کو انصار کے قبیلہ بنو ضبیعہ کے منافقین میں شمار کیا ہے۔ (۳) نیز ابن اسحٰق نے ان پر یہ تہمت بھی لگائی ہے کہ (۴) ان کو اور ایک جماعت کو ایک جھگڑے کے سلسلے میں جو ان کے اور بعض مسلمانوں کے مابین ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ کے پاس بلایا گیا، تاکہ آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا اور فریق مخالف کو کاہنوں کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے بلایا۔ جو جاہلیت کے حکام تھے، تو اس مناسبت سے آیت نازل ہوئی جو آگے آرہی ہے۔

اور ابن اسحٰق نے ان کو بنو عمرو کے ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ (۵) اور اسی طرح انہیں منافقین (۶) اور غزوۂ خندق کے دن "قول سوء" کہنے والوں، نیز مسجد ضرار بنانے والوں میں ذکر کیا ہے۔ (۷)

---

(۱) جمہرۃ انساب العرب ص ۳۳۳
(۲) الثقات لابن حبان ۱/۱۹۱
(۳) سیرت ابن ہشام ۱/۵۲۲
(۴) سابق مرجع ۱/۵۲۶
(۵) سیرت ابن ہشام ۱/۵۳۰
(۶) سابق مرجع ۲/۲۴۷-۲۴۸
(۷) سابق مرجع ۲/۵۳۰

Marfat.com

لیکن ابن ہشام نے ان سب باتوں کو قبول کرنے سے معذرت ظاہر کی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:(۱)

''معتبر اہل علم نے مجھے بتلایا کہ معتب بن قشیر، منافقین میں سے نہیں تھے، اور اس پر انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ وہ بدری صحابی تھے۔''

ابن ماکولا فرماتے ہیں(۲)''وہ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور اصحاب عقبہ میں سے ہیں، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہی یہ کہا تھا:(لو كان لنا من الامر شئ ما قتلنا هاهنا . '') اگر ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو یہاں قتل نہ کئے گئے ہوتے۔

ابن سعد فرماتے ہیں: (۳) کہ بدر اور احد میں انہوں نے شرکت کی، ابن اسحق نے بھی یہی کہا ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابل لحاظ رہے کہ جو الزامات معتب بن قشیر پر لگائے گئے ہیں وہ جد بن قیس پر لگائے گئے الزامات سے اگر سنگین اور زیادہ نہیں ہیں تو ان سے کمتر بھی نہیں ہیں، کیونکہ ان کی طرف لوگوں نے یہ باتیں بھی منسوب کی ہیں کہ انہوں نے مسجد ضرار بنانے میں شرکت کی اور عہد الٰہی کی خلاف ورزی کرنے میں ثعلبہ کے ہمنوا اور شریک تھے اور یہ کہ وہی یہ کہنے والے ہیں۔(لو كان لنا من الامر شئ ما قتلنا هاهنا) نیز یہ ان لوگوں میں سے ہیں، جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(الم تر الى الذين يزعمون انهم امنوا بما انزل اليك وما انزل من قبلك ، يريدون ان يتحاكموا الى الطاغوت وقد امروا ان يكفروا به ويريد الشيطان ان يضلهم ضلالا بعيدا) سورۃ النساء: ۶۰۔

کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ

(۱) سابق مرجع ۲/ ۲۲۲

(۲) الاکمال ۷/ ۲۸۰ ملاحظہ کریں: الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ۳/ ۴۶۲، الاصابہ ۳/ ۴۴۳، اسد الغابہ ۴/ ۳۹۹۔

(۳) طبقات ابن سعد ۳/ ۴۶۳

Marfat.com

اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل ہوا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل ہوا (لیکن) چاہتے یہ ہیں کہ باطل کو اپنا حکم بنائیں، حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کا انکار کردیں، اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بڑی گمراہی میں ڈال دیں۔

ان الزامات کو میں مختصر طور پر پیش کروں گا اور ان میں سے کیا صحیح ہیں اور کیا صحیح نہیں ہیں، ان کو بھی بیان کروں گا۔

۱ – پہلا الزام :

ابن جریر طبری(۱) اس آیت:

(يقولون هل لنا من الامر من شئ ، قل ان الامر كله لله يخفون في انفسهم ما لا يبدون لك يقولون لو كان لنا من الامر شئ ما قتلنا هاهنا .) آل عمران :۱۵۴

"کہتے تھے کہ اس میں ہمارے بس کی کیا بات ہے، کہہ دیجئے کہ یقیناً تمام باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں، یہ لوگ دلوں میں وہ باتیں پوشیدہ رکھتے ہیں جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ اگر ہمارے اختیار میں کوئی بات ہوتی تو ہم اس جگہ قتل نہ ہوتے"۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس میں منافقین کی وہ جماعت مراد ہے، جن کو اپنی جانوں کی فکر پڑی تھی اور یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس بات کو کہنے والے معتب بن قشیر تھے، جو بنو عمرو بن عوف کے بھائی تھے۔

۱ـ حدثنا ابن حميد قال: قال ابن اسحق حدثني يحيى بن عباد ابن عبد الله بن الزبير عن ابيه عباد عن عبد الله بن الزبير عن الزبير رضى الله عنه قال : والله إني لأسمع قول معتب بن قشير انى بني عمرو بن

---

(۱) تفسیر الطبری ۷/۳۲۲

Marfat.com

عوف والنعاس يغشاني ما اسمع الا كالحلم حين قال: لو كان لنا من الامر شئ ما قتلنا ههنا . "

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم میں بنی عمرو بن عوف کے بھائی معتب بن قشیر کی بات اس حال میں سن رہا تھا کہ مجھ پر اونگھ طاری تھی، میں اس کو ایسے ہی سن رہا تھا جیسے کہ خواب ہو، جب کہ انہوں نے کہا کہ "اگر ہمارے اختیار میں کوئی بات ہوتی تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔"

۲۔ حدثني سعيد بن يحيى الاموى قال حدثني ابى عن ابى اسحق قال حدثني يحي بن عباد به مثله . "

پہلی سند کے اندر طبری کے شیخ محمد بن حمید رازی ہیں، جو ضعیف ہیں۔ اور ان کے شیخ سلمہ بن فضل ہیں، جو صدوق ہیں اور کثرت سے غلطیاں کرتے ہیں، لیکن یہی ابن اسحاق سے مغازی روایت کرنے والے ہیں۔

اور ابن اسحٰق ہیں جو امام ہیں اور جنہوں نے تحدیث کی صراحت کی ہے۔ اور یحی بن عباد اور آخر سند تک تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

عبد اللہ بن زبیر اور ان کے والد صحابی ہیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے بلا اختلاف، غزوۂ احد میں شرکت کی تھی۔

رہے طبری کے شیخ محمد بن حمید۔ تو سعید بن یحی اموی نے ان کی متابعت کی ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ بسا اوقات انہوں نے غلطیاں کی ہیں۔

ان کے والد صدوق ہیں، لیکن عجائب و غرائب بیان کرتے ہیں۔

لہذا اسناد از اول تا آخر صحیح ہے (۱) اور معتب نے واقعی یہ بات کہی تھی لیکن کیا ان کی اتنی سی بات ان کو منافق بنادے گی۔ اور کیا جس نے بھی یہ بات کہی وہ منافق ہے؟

---

(۱) ابن ہشام نے سیرت ۲/ ۲۲۲ میں اسی کے مثل ابن اسحاق سے نقل کیا ہے، ملاحظہ کریں تفسیر ابن کثیر ۱/ ۴۱۸

Marfat.com

یہی ابن جریر نے ثابت کیا ہے(۱)اور اس کے لیے ہر قسم کی تاویل کی ہے۔

البتہ میرا خیال یہ ہے کہ آیت منافقین کے حالات بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو "جماعت" سے موسوم کیا ہے۔ جب کہ معتب بن قشیر ایک فرد ہیں جماعت نہیں۔ شاید انہوں نے قوم سے یہ بات کہتے ہوئے سنی تو انہوں نے بھی اس کو دہرا دیا۔ پھر جب ان کو اس کی اہمیت اور سنگینی کا علم ہوا تو توبہ اور استغفار کر لیا۔

یہاں جو کچھ معتب نے کیا، اس سے بڑھ کر نہیں ہے جو حاطب بن ابی بلتعہ نے کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

۲ — دوسرا الزام:

ابن اسحاق فرماتے ہیں: (۲)

"میری اطلاع کے مطابق جلاس بن سوید بن صامت اپنی توبہ سے پہلے، اور معتب بن قشیر، رافع بن زید اور بشر بن زید کی شناخت اسلام سے تھی، یعنی یہ لوگ مسلمان سمجھے جاتے تھے، چنانچہ باہمی جھگڑا طے کرنے کے سلسلے میں کچھ مسلمانوں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بلایا۔ اس کے جواب میں انہوں نے ان کو کاہنوں کے پاس بلایا۔ جو اہل جاہلیت کے حکام تھے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مندرجہ ذیل آیات نازل کیں۔

﴿ الم تر الی الذین یزعمون انهم امنوا بما انزل الیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا به ویرید الشیطان ان یضلهم ضلالا بعیدا ﴾ (النساء: ۶۰)

"کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل ہوا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل ہوا

---

(۱) تفسیر الطبری ۷/۳۲۰ (۲) سیرت ابن ہشام ۱/۵۲۶

Marfat.com

(لیکن) چاہتے یہ ہیں کہ باطل کو اپنا حَکم بنائیں، حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کا انکار کر دیں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بڑے دور کی گمراہی میں ڈال دے۔"

اس قصہ (۱) کو ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور ابن المنذر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں، ابن اسحٰق نے اس قصہ کو روایت کیا ہے۔ لہذا ابن ابی حاتم اور ابن المنذر کی طرف صرف اسے منسوب کرنا، اس قصہ کے ضعف اور اس کی سند کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ تخریج کرنے والے حفاظ و محدثین نے اس کو ثابت کیا ہے۔

مزید بر آں یہ کہ یہ آیت، قرآن کی ان آیات میں سے ہے جو آخر میں نازل ہوئیں اور مذکورہ لوگ مدینہ کے باشندے تھے، پھر یہ جاہلیت کے کاہن کہاں سے آ گئے۔

کیا نبی ﷺ اپنے شہرِ طیبہ میں انہیں اقامت کی اجازت دے سکتے تھے جب کہ صراحۃً فرماتے ہیں کہ کہانت شرک ہے۔

۳- تیسرا الزام: مسجد ضرار بنانے میں ان کی شرکت

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ (۲) منافقین کی ایک "جماعت" رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، یہ بتلانے کے لیے کہ انہوں نے کمزوروں، مریضوں اور بادوباراں کی راتوں

(۱) یہ قصہ ابن کثیر نے بالکل ہی ذکر نہیں کیا ہے ۱/۵۱۹۔ البتہ اسے الدر المنثور ۲/۱۷۸ میں ابن اسحاق، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر سے ذکر کیا ہے، اور طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانے کے قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے، نیز اسے طبری نے ۸/۵۰۷-۵۱۳، شافعی نے احکام القرآن ۱/۲۶۸، اور واحدی نے ۱/۱۵۲ میں ذکر کیا ہے تاہم ان لوگوں نے معتب بن قشیر کو ذکر نہیں کیا ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے "الاصابہ" ۳/۴۴۳ میں اس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے نہ ابن الاثیر نے اسد الغابہ ۴/۴۴۹ میں اور نہ ہی قرطبی نے اپنی تفسیر ۵/۲۶۳-۲۶۴ میں نیز سیوطی نے لباب النقول ص ۶۷ (مصطفیٰ حلبی ایڈیشن) میں اس پر سکوت کیا ہے جب کہ انہوں نے اس سے پہلے ایک روایت ذکر کر کے اس کی اسناد کی تصحیح کی ہے۔

شیخ مقبل نے بھی اس قصہ کو اپنی کتاب "الصحیح المسند من اسباب النزول" میں ذکر نہیں کیا ہے۔

(۲) سیرت ابن ہشام ۲/۵۳۰ تفسیر الطبری ۱۴/۴۶۸، اسباب النزول للواحدی ص ۲۶۰، الدر المنثور ۳/۲۷۶-۲۷۷، القرطبی ۸/۲۵۳-۲۵۴۔

Marfat.com

کے لیے ایک مسجد بنائی ہے۔ اس وقت آپ غزوۂ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔ آپ نے ان کو بتایا کہ وہ سفر کے لیے پابہ رکاب ہیں ان شاء اللہ سفر سے واپسی پر ان کی مسجد میں نماز پڑھیں گے۔

رسول اللہ جب غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو آپ پر وحی نازل ہوئی کہ یہ مسجد ضرار مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ لہذا آپ نے بعض صحابہ کو حکم دیا کہ اس مسجد کو ڈھا کر اسے جلا دیا جائے۔ اسی موقعہ پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ) توبہ :۱۰۷

"(اور مخالفین میں سے بعض وہ ہیں) جنہوں ضرر پہونچانے، کفر پھیلانے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور ان لوگوں کو پناہ دینے کے لیے مسجد بنائی ہے جو پہلے ہی سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں، اور یہ قسمیں کھا جائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کچھ اور ارادہ نہیں کیا، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ یقیناً جھوٹے ہیں۔"

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ مسجد ضرار بنانے والے بارہ اشخاص تھے اور انہیں میں ثعلبہ بن حاطب، معتب بن قشیر اور نبتل بن حارث کو شمار کیا ہے اور اس کے بقیہ لوگوں کو ذکر کیا ہے۔

اس پوری روایت کو طبری نے محمد بن حمید رازی کی سند سے سلمہ بن فضل ابرش کے واسطے سے ابن اسحٰق سے اور انہوں زہری، یزید بن رومان، عبداللہ بن ابی بکر اور عاصم ابن عمر کے واسطے سے قتادہ سے روایت کیا ہے۔

اس روایت میں دو علتیں ہیں:

۱۔ پہلی علت: ابن اسحٰق کا عنعنہ ہے، اور وہ مدلس ہیں، پھر انہوں نے

Marfat.com

تحدیث کی صراحت بھی نہیں کی ہے اور یہ بیشتر ضعفاء اور متروکین سے روایت کرتے ہیں۔

۲- دوسری علت: یہ ہے کہ یہ حدیث تابعی کا قول ہے جو قابل حجت نہیں، اگر چہ صحیح ہو، کیونکہ ارتداد کو ثابت کرنا ایک ایسی دلیل کا محتاج ہے جو عذر کو ختم کر دے جب کہ یہاں کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔

مزید بر آں یہ کہ طبری وغیرہ نے ابن عباس وغیرہ سے اسی روایات ذکر کی ہیں جو سند کے اعتبار سے صحیح اور اعلیٰ درجے کی ہیں جن میں مذکور ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے ایسا کیا تھا۔

طبری نے صحابہ اور تابعین سے چودہ روایتیں ذکر کی ہیں، لیکن ان میں ان تینوں میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں ہے۔

لہذا میرا یہ فیصلہ ہے کہ مسجد ضرار بنانے کے بارے میں ثعلبہ بن حاطب، معتب بن قشیر اور نبتل بن حارث جیسے صحابہؓ پر جو الزام لگایا گیا ہے، وہ باطل اور منکر ہے، واللہ اعلم۔

اور معتب بن قشیر کے سلسلے میں جو بات ثابت ہوئی، یہ ہے کہ انہوں نے جماعت منافقین کا یہ مقولہ (لو كان لنا من الامر شئ ما قتلنا هاهنا) دہرایا تھا۔

اور یہ بات جو منافقین نے کہی تھی تو محض رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کرنے کے سلسلے میں اپنے غصے اور ناپسندیدگی کے اظہار کے طور پر کہی تھی۔

کبھی یہ بات بار بار سن کر ایک مسلمان بھی کہہ سکتا ہے، حالانکہ اس سے اس کی مراد وہ نہیں ہوگی جو منافقین کی تھی۔ ممکن ہے، ان کی مراد یہ رہی ہو کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو جنگ میں جانے پر مجبور کیا، حالانکہ ہمیں وہ باتیں معلوم نہیں تھیں جو غیب میں ہم سے پوشیدہ رکھی گئی تھیں۔ اگر ہمارے اختیار میں غیب کی کوئی بات

Marfat.com

ہوتی تو ہم رسول اللہ ﷺ کو یہاں آنے پر مجبور نہ کرتے کہ ہم میں سے وہ لوگ قتل ہوں جو قتل ہوئے، لیکن ہمارے اختیار میں کوئی بات نہیں تھی۔

اس طرح کی بات اگر کسی مسلمان سے صادر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، واللہ اعلم۔ شاید حالت غنودگی میں زبیرؓ نے معتب کو یہ کہتے سن لیا ہو، لیکن ان کی بات کا مقصد واضح نہ ہوا ہو اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے یہ گمان کر کے بیان کر دیا ہو کہ معتب کا کلام بھی منافقین کے کلام کے مانند ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا: (۱)

" وقیل انه تاب ، و ذکره ابن اسحاق فیمنن شهد بدرا "

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے توبہ کر لی تھی اور ابن اسحٰق نے انہیں غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ اور شاید آپ کو ابن ہشام کی یہ بات یاد ہو کہ معتب بن قشیر بدری صحابی ہیں منافقین میں سے نہیں ہیں۔

☆☆☆

(۱) الاصابہ ۳/۴۴۳

Marfat.com

۳- نبتل بن حارث

"الاکمال" میں مذکور ہے(۱) کہ "نبتل بن حارث، جو بنی لوذان بن عمرو بن عوف میں سے ہیں، منافقین میں سے تھے۔ یہ بات ابن اسحٰق نے ابراہیم بن سعد کی روایت میں کہی ہے۔ اور عبداللہ بن نبتل بن حارث، اصحاب عقبہ (۲) میں سے تھے اور منافق تھے۔"

ابن اسحاق نے بھی ان کو منافقین میں ذکر کیا ہے (۳) اور حافظ ابن حجر نے الاصابہ (۴) میں عبداللہ بن نبتل کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: کہا جاتا ہے کہ یہ منافقین میں سے تھے اور واقدی نے ان کے بیٹے کے بارے میں عہد عمر کا ایک قصہ بیان کیا ہے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نبتل بن حارث اور عبداللہ بن نبتل دو شخص ہیں اور دونوں ہی نبی ﷺ کے زمانے میں تھے، لیکن کیا وہ دونوں منافقین میں سے تھے۔؟

حافظ ابن حجر اس روایت کو بہت زیادہ کمزور قرار دیتے ہیں، انہوں نے عبداللہ بن نبتل کے متعلق پیچھے کہا ہے کہ انہیں منافق کہا گیا ہے اور الاصابہ میں جب نبتل بن حارث کا تذکرہ کیا تو فرمایا: (۵)

نبتل بن حارث بن قیس بن زید عوفی اوسی انصاری، ان کو ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب النسب میں ان کے بھائی ابوسفیان بن حارث کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

---

(۱) الاکمال ۷/ ۳۳۱

(۲) یہاں عقبہ سے مقصود تبوک کے راستے میں ایک مقام ہے جہاں منافقین رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکر و فریب کے لیے جمع ہوئے تھے، ملاحظہ کریں صحیح مسلم ۴/ ۲۱۴۴۔

(۳) الاصابہ ۲/ ۳۷۵ (۴) سابق مرجع ۳/ ۵۴۹ (۵) الاصابہ ۳/ ۵۴۹

Marfat.com

ابن الکلبی اور بلاذری نے انہیں منافقین میں ذکر کیا ہے، یہاں احتمال ہے کہ ابو عبید نبتل کی توبہ پر مطلع رہے ہوں۔"

معلوم نہیں کہ حافظ ابن حجر کے اس قول "احتمال ہے کہ ابو عبید نبتل کی توبہ پر مطلع رہے ہوں" سے ہمیں کیا فائدہ ہے، نیز ابن الکلبی اور بلاذری نے نبتل کو جو منافقین میں ذکر کیا ہے، اس کے علمی قیمت کیا ہے۔

ابن اسحٰق نے "السیرۃ النبویہ" میں ذکر کیا ہے کہ نبتل ہی وہ شخص ہیں، جن کے متعلق یہ آیت: (ومنهم الذين يوذون النبى ويقولون هو اذن) ":التوبہ :۶۱۔ (اور ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ہر کسی کی بات کو کان دھر کر سنتا ہے۔) نازل ہوئی۔

ابن اسحٰق نے یہ بات ایک قصہ کے اندر ذکر کی ہے۔

اس قصہ کو سدی نے (۱) مفصل و مطول ذکر کیا ہے، تاہم نبتل کو منافقین میں ذکر نہیں کیا ہے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں (۲)

"جہاں تک مجھے معلوم ہے نبتل بن حارث ہی وہ شخص ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "جسے پسند ہو کہ وہ شیطان دیکھے تو وہ نبتل بن حارث کو دیکھ لے۔"

نبتل بھاری بھرکم، کالے، پراگندہ بال، سرخ آنکھ اور سرخی مائل سیاہ گال والے تھے۔ نبی ﷺ کے پاس آتے آپ سے گفتگو کرتے، پھر آپ کی بات سن کر منافقین تک پہونچادیتے تھے۔

یہ وہی ہیں جنہوں نے کہا تھا "محمد ہر کسی کی بات کان دھر کر سن لیتے ہیں جو بھی آپ سے کچھ بیان کرتا ہے، اسے مان لیتے ہیں۔ اس موقع پر اللہ تعالی نے ان کے

---

(۱) سدی کی اس روایت کو واحدی نے ۲۴۹ میں ذکر کیا ہے تاہم اصحاب قصہ میں نبتل کا نام نہیں لیا ہے۔

(۲) سیرت ابن ہشام ۱/۵۲۱-۵۲۲

Marfat.com

بارے میں درج ذیل آیت نازل کی۔

(ومنهم الذين يوذون النبى ويقولون هو اذن قل اذن خير لكم يومن با لله ويومن للمومنين ورحمة للذين امنوا منكم والذين يوذون رسول ا لله لهم عذاب اليم .) (التوبة : ٦١)

"ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو نبی کو ایذاء دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ہر کسی کی بات کان دھر کر سن لیتا ہے، کہہ دیجئے کہ ان کا سن لینا تمہارے حق میں بہتر ہے، وہ اللہ کو مانتا اور مومنوں کی باتوں پر یقین کر لیتا ہے اور تم میں سے جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، ان کے لیے رحمت ہے اور جو لوگ اللہ اور رسول کو ایذاء دیتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ بلعجلان کے ایک شخص نے مجھ سے ذکر کیا کہ ان سے بیان کیا گیا کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کی مجلس میں ایک شخص بیٹھتا ہے، جو کالا کلوٹا ہے، اور جس کے بال پراگندہ، گال سرخی مائل سیاہ اور آنکھیں سرخ ہیں، گویا کہ وہ پیتل کی دو ہانڈیاں ہیں، اس کا کلیجہ گدھے کے کلیجے سے زیادہ سخت ہے، وہ آپ کی بات منافقین تک پہونچاتا ہے، لہٰذا آپ اس سے اجتناب کریں۔

لوگوں کے بیان کے مطابق یہی نبتل بن حارث کی صفت تھی۔

پہلی حدیث ابن اسحٰق نے بلاغا ذکر کی ہے اور دوسری بلعجلان کے ایک شخص سے، اور اس نے اس شخص سے جس نے اس سے حدیث بیان کی۔

تاریخ اور مغازی کی کتب میں ان حکایات کو پڑھ کر اور سن کر میرے ہوش اڑ جاتے ہیں، حالانکہ ہم ان لغو اور بیہودہ باتوں سے بہت بے نیاز تھے کہ ان سے اوراق سیاہ کریں اور غیر معروف لوگوں پر ان کمزور طرق سے مروی قصوں، کہانیوں سے الزام تراشی کریں، حالانکہ ہمارے اور ان کے لیے بہتر یہ ہوتا کہ وہ غیر معروف اور

Marfat.com

مستور ہی رہیں، جیسے کہ اللہ نے انہیں مستور کر رکھا ہے۔

اس روایت کو طبری (۱) نے ابن اسحٰق سے ذر کیا ہے اور اسے آیت کا سبب نزول گردانا ہے۔

ان الزامات میں سے جو ان پر لگائے گئے، ایک یہ بھی ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں آیت (ومنهم من عاهد الله) نازل ہوئی۔

یہ بات ابن جوزی نے زاد المسیر میں اور ابو السعود اور قرطبی نے ذکر کی ہے، حالانکہ اس سلسلے میں کچھ بھی صحیح ثابت نہیں ہے اس طرح اس آیت کے شان نزول کے بارے میں بھی کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔

نبتل بن حارث کا تذکرہ ابن سعد، ابن عبد البر اور ذہبی نے صحابہ میں نہیں کیا ہے اور نہ ابن حزم نے ان کو جمہرۃ انساب العرب میں ذکر کیا ہے۔

اگر یہ صحیح ثابت ہو جائے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے اور مسلمان تھے تو بلاشبہ وہ صحابی ہیں، جب تک کہ قطعی دلیل سے اس کے خلاف نہ ثابت ہو جائے، اور ایسا محال ہے۔

۞۞۞

(۱) تفسیر الطبری ۱۴/ ۳۲۵ اسباب النزول للواحدی ص ۲۴۸ الدر المنثور ۳/ ۲۵۳ اور یہ بات پیچھے گزر چکی کہ ابن اسحاق نے انہیں مسجد ضرار بنانے والوں میں ذکر کیا ہے، ملاحظہ کریں: سیرت ابن ہشام ۲/ ۵۳۰

Marfat.com

خاتمہ

رسول اللہ ﷺ کے متعدد صحابہ کی عزت و آبرو کے دفاع کے اس سفر میں گھومنے پھرنے کے بعد اور ان کے تئیں ایک متوازن منہج کے خدوخال کی تحدید کرنے اور امت کے عقائد اور تشریع اسلامی پر موضوع احادیث کی تاثیر بیان کر چکنے کے بعد ذیل میں ہم اس تحقیقی مقالہ کے اہم نتائج پیش کرتے ہیں۔

۱- یہ قصہ زمانۂ قدیم سے واعظوں کی زبانوں پر مشہور و معروف رہا ہے اور مفسرین ایک دوسرے سے نقل کر کے بیان کرتے رہے ہیں اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قابل اعتبار شہرت حدیث والی شہرت ہے نہ کہ اس کے علاوہ کوئی اور جس پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

۲- وہ کتب تفسیر جو بلا سند ہیں، ان میں وارد کسی حدیث یا قصہ پر اعتبار کر لینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ مفسر ان علمائے میں سے نہ ہوں جن کے پاس حدیث کا علم ہے جو صرف صحیح حدیث پر اقتصار کرنے والے ہیں یا جو لوگ احادیث پر ناقدین کے اقوال بڑی دقت و باریکی سے بیان کرتے ہیں۔

۳- یہ قصہ صرف ایسی کمزور اور بے بنیاد سندوں سے وارد ہوا ہے جو ایک دوسری کو تقویت دینے اور تائید کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں، لہذا یہ قصہ منکر ہے کیونکہ ایک طرف تو اس میں ضعفاء متفرد ہیں اور دوسری طرف یہ متواتر و صحیح اور اصول دین کے مخالف بھی ہے۔ لہذا اسے منبروں پر ذکر کرنا جائز نہیں ہے اور نہ حرص و بخل کے سوء عاقبت پر اس سے استشہاد کرنا اور نہ ہی اس کے آیت کے سبب نزول ہونے پر اعتماد کر لینا۔ ہمارے پاس جو احادیث موجود ہیں ان کی وجہ سے ہم دینی

Marfat.com

مسائل میں غیر صحیح احادیث سے استدلال کرنے سے بے نیاز ہیں۔

۴- کتب عقائد، تفسیر، قصص قرآن، اسباب نزول، احکام، سیرت، مغازی اور تراجم میں کسی حدیث کا وجود اس کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔

۵- کتب سنت میں سے بعض وہ ہیں، جن میں ان کے مؤلفین نے صحت کی شرط لگائی ہے، جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور منتقی ابن الجارود ان کتابوں میں کسی حدیث کا موجود ہونا اس کی صحت کی دلیل ہے، سوائے چند احادیث کے جو ان کتابوں میں سے ہر ایک میں موجود ہیں، جنہیں حفاظ اور محدث جانتے ہیں۔

البتہ سند، معجم، مصنف، اجزاء حدیثیہ اور سوائے سنن نسائی کے تمام کتب سنن۔ تو ان میں سے کسی حدیث کا موجود ہونا، اس کی صحت کی دلیل نہ ان کے مولفین کے نزدیک ہے اور نہ امر واقع میں، بلکہ ان میں صحیح، حسن اور ضعیف سب ہیں، اور کبھی کبھی تو موضوع حدیثیں بھی ملتی ہیں، لہذا جب تک ان کتب میں موجود حدیث پر امام نووی ذہبی، عراقی، ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر اور ان جیسے اہل علم اور ناقدین حدیث، صحت کا حکم نہ لگائیں، غیر اہل علم میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ تفریع تشریع اور استشہاد میں ان کتابوں کی احادیث پر اعتماد کرلے۔

۶- زمانۂ قدیم اور جدید میں جمہور حفاظ اور محدثین نے اس گڑھے ہوئے قصہ پر بطلان، ضعف اور منکر ہونے کا حکم لگایا ہے، جب کہ ایسے محدثین کا وجود نہیں، جنہوں نے اس کی تصحیح کی ہو، البتہ جن مفسرین نے اس کی تصحیح کی ہے تو اس باب میں ان کے قول کا اعتبار ہی نہیں ہے۔

۷- ثعلبہ بن حاطب، جد بن قیس، معتب بن قشیر اور نبتل بن حارث رضی اللہ عنہم، صحابہ اور مسلمان ہیں، محض کسی شبہ اور معصیت کی بنیاد پر ان میں سے کسی پر نفاق کا حکم لگانا جائز نہیں ہے، کیونکہ علمائے حق کے نزدیک معاصی، کچھ شرائط

Marfat.com

کے ساتھ ہی صاحب معصیت کو ایمان سے خارج کر سکتی ہیں، جب کہ یہ قصہ، ثعلبہ وغیرہ کے اندر، ان میں سے کسی بھی شرط کے وجود پر دلالت نہیں کرتا ہے۔

۸- رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور خاص طور سے وہ صحابہ جن کے متعلق خصوصی تعریف و توصیف اور بشارت وارد ہوئی ہے، پورے ایقان کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے تھے، اس کی شہادت، اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔

لہذا ان میں سے کسی کو اسلام سے خارج کرنا جائز نہیں۔ جب تک کوئی ایسی صحیح صریح دلیل موجود نہ ہو جو عذر کو ختم کر کے اللہ تعالی کے سامنے بری الذمہ کر دے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ مجھے قیامت کے دن اپنے نیک بندوں کے زمرے میں اٹھائے اور رسول اللہ ﷺ اور ان صحابہ کرام کو قیامت کے دن ہمارے لیے شفاعت کنندہ بنائے، جن پر لگا تہمت کا وہ داغ ہم نے مٹادیا ہے، جو بہت سے لوگوں کو صحابہ کے بلند مقام و مرتبہ کا احساس کیے بغیر بہت خوشنما لگتا تھا۔

والحمد لله اولا واخرا وصلى الله وسلم وبارك على رسوله محمد واله وصحبه واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين .

عداب محمود الحمش

مكة المكرمه ٢٧/ رمضان المبارك ١٤٠١ھ

☼☼☼

Marfat.com

فہرست مراجع

۱-القرآن الکریم

-الآمدی: سیف الدین ابوالحسن علی بن علی محمد بن سالم التغلبی (۵۵۱- ۶۳۱ھ)

۲- الاحکام فی اصول الاحکام- تعلیق الشیخ عبدالرزاق عفیفی پہلا ایڈیشن ۱۳۸۷ھ

-ابن الاثیر الجزری: عزالدین ابوالحسن علی بن محمد الجزری (۵۵۵-۶۳۰ھ)

۳- اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ط- دار الفکر

۴- الکامل فی التاریخ، ط دار الکتاب العربی، بیروت، چوتھا ایڈیشن ۱۴۰۳ھ

- ابن الاثیر الجزری: مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد الجزری (۵۴۴- ۶۰۶ھ)

۵- جامع الاصول فی احادیث الرسول، تحقیق الشیخ عبدالقادر الارناؤط- ط- دار البیان ۱۳۹۲ھ-

- الاشعری: ابوالحسن علی بن اسماعیل، ابوموسی اشعری کی ذریت میں سے ہیں (۲۷۰-۳۲۴ھ)

۶- مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین، تحقیق محی الدین عبدالحمید، دوسرا ایڈیشن ۱۳۸۹ھ

- الاعظمی-ڈاکٹر محمد مصطفیٰ

۷- منہج النقد عند المحدثین، دوسرا ایڈیشن ۱۴۰۲ھ

البانی: الشیخ محمد ناصر الدین-

۸- سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ، ط-المکتب الاسلامی

۹- صحیح الجامع الصغیر ط- المکتب الاسلامی ۱۳۸۸ھ

۱۰- ضعیف الجامع الصغیر ط - المکتب الاسلامی ۱۳۹۹ھ

- الآلوسی: شہاب الدین محمود آفندی الآلوسی (ت ۱۲۷۰ھ)

۱۱- روح المعانی ط: دار الاحیاء التراث، بیروت

Marfat.com

- بادشاہ: محمد امین الحسینی الحنفی المکی۔ المعروف بامیر بادشاہ
۱۲- تیسیر التحریر شرح کتاب التحریر۔ ط : مصطفی الحلبی ۱۳۵۰ھ
- البخاری: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ الجعفی، مولاہم۔ الامام الحافظ (ت ۲۵۶ھ)
۱۳- الادب المفرد نشر قصی محب الدین الخطیب، دوسرا ایڈیشن ۱۳۷۹ھ
۱۴- صحیح البخاری: تحقیق ڈاکٹر مصطفی البغا۔ پہلا ایڈیشن
۱۵- التاریخ الکبیر فی تراجم الرجال ۔ط: المکتبۃ الاسلامیہ۔ ترکی۔
- البغوی: ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء (ت ۵۱۶ھ)
۱۶- شرح السنۃ، تحقیق الشیخ زہیر الشادیش، الشیخ شعیب الارناؤط، ط: المکتب الاسلامی
۱۷- معالم التنزیل فی التفسیر ط: الحلبی
- البغوی: ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز الحافظ (ت ۳۱۷ھ)
۱۸- معجم الصحابہ۔ جامعہ ام القری مکہ مکرمہ کے مرکز البحث العلمی میں میکروفلم تصویر
- البلقینی: سراج الدین، عمر بن رسلان بن نصیر الکنانی (ت ۸۰۵ھ)
۱۹- محاسن الاصطلاح۔ تحقیق دکتورہ عائشہ عبد الرحمن (بنت الشاطی)
البیضاوی: ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی (ت ۶۷۵ھ)
۲۰- انوار التنزیل واسرار التاویل- ط: موسسۃ شعبان۔ بیروت
- البیہقی۔ ابو بکر احمد بن الحسین بن علی الحافظ (۳۸۴- ۴۵۸ھ)
۲۱- دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، تحقیق ڈاکٹر عبد المعطی قلعجی، مکتبہ الباز۔ مکہ
۲۲- السنن الکبری ط۔ دار الفکر، بیروت
۲۳- مناقب الشافعی، تحقیق السید احمد صقر۔ط: دار التراث ۱۳۹۱ھ۔
- الترمذی: محمد بن عیسی بن سورۃ الامام الحافظ (۲۰۹ - ۲۷۹ھ)
۲۴- الجامع لسنن المصطفی، تحقیق الشیخ احمد شاکر وزملاۂ ط۔ الحلبی ۱۳۵۶ھ
۲۵- العلل الصغیر بشرح ابن رجب۔

Marfat.com

۲۶- العلل الکبیر، تحقیق حمزہ ذیب مصطفیٰ (ایم اے کا مقالہ)

- تمام الرازی: ابوالقاسم تمام بن محمد بن عبداللہ الحافظ (۳۳۰-۴۱۴ھ)

۲۷- کتاب الفوائد۔ تحقیق ڈاکٹر عبدالغنی احمد جبر التمیمی (پی ایچ ڈی کا مقالہ)

- ابن تیمیہ: ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام الحرانی الامام (ت ۷۲۸ھ)

۲۸- تفسیرات شیخ الاسلام ابن تیمیہ، جمع و تنسیق اقبال احمد الاعظمی ط: علمی پریس ۱۳۹۱ھ

۲۹- مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ، جمع وترتیب الشیخ العاصمی النجدی، پہلا ایڈیشن ۱۳۹۸ھ۔

۳۰- مختصر کتاب الاستغاثہ المعروف بکتاب (الرد علی البکری) ط: الہند

۳۱- مقدمہ فی اصول التفسیر: تحقیق الدکتور عدنان زرزور

- الجصاص: احمد بن علی الرازی (۳۰۵-۳۷۰ھ)

۳۲- احکام القرآن: تحقیق الشیخ محمد صادق قمحاوی، دار المصحف، دوسرا ایڈیشن القاہرہ۔

- ابن الجوزی: ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد التیمی (ت ۵۹۷ھ)

۳۳- تلقیح فہوم الاثر۔ المطبعۃ النموذجیہ۔ مصر۔

۳۴- زاد المیسر فی علم التفسیر، تحقیق زہیر الشاویش، المکتب الاسلامی الجوہری: الشیخ طنطاوی جوہری (۱۲۸۷-۱۳۵۸ھ)

۳۵- الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم۔ مصطفیٰ الحلبی، پہلا ایڈیشن

- ابن ابی حاتم: عبدالرحمن بن محمد ادریس الرازی الحنظلی (۳۲۷ھ)

۳۶- تفسیر القرآن العظیم سورۃ التوبۃ۔ جامعۃ ام القریٰ مکہ کے مرکز البحث العلمی میں میکرو فلم تصویر۔

۳۷- الجرح والتعدیل: تحقیق الشیخ عبدالرحمن المعلمی الیمانی، ط: دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

- ابن الحاجب: جمال الدین عثمان بن عمر المصری (ت ۶۴۶ھ)

۳۸- منتہی الوصول والامل فی علمی الاصول والجدل مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۲۶ھ پہلا ایڈیشن۔

- الحاکم النیسابوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن البیع (۴۰۵ھ)

Marfat.com

۳۹- سوالات الحاکم للدارقطنی فی الجرح والتعدیل، تحقیق الدکتور موفق عبد اللہ ط- مکتبۃ المعارف، الریاض۔

- ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد التمیمی البستی الحافظ (ت ۳۵۴ھ)

۴۰- کتاب الثقات من المحدثین ط دائرۃ المعارف العثمانیہ

۴۱- کتاب المجروحین من المحدثین، تحقیق محمود ابراہیم زاید ط دار الوعی ۱۳۹۶ھ حلب

- ابن حجر العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (۷۷۳- ۸۵۲ھ)

۴۲- الاصابۃ فی معرفۃ الصحابہ۔ دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت

۴۳- تقریب التہذیب، تحقیق الشیخ عبد الوہاب عبد اللطیف دار المعرفۃ، بیروت

۴۴- تہذیب التہذیب، دائرۃ المعارف النظامیہ، الہند۔

۴۵- فتح الباری شرح صحیح البخاری، الطبعۃ السلفیۃ

۴۶- لسان المیزان، دائرۃ المعارف النظامیۃ، الہند،

۴۷- المطالب العالیہ فی زوائد المسانید الثمانیۃ، تحقیق حبیب الرحمٰن الاعظمی ط: الاوقات الکویتیہ

۴۸- نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، المکتبۃ العلمیۃ المدینۃ المنورہ، تیسرا ایڈیشن۔

۴۹- النکت علی ابن الصلاح، تحقیق: دکتور ربیع ہادی، ط الجامعۃ الاسلامیہ، المدینۃ المنورہ۔

- ابن حزم: ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الامام (ت ۴۵۶ھ)

۵۰- الاحکام فی اصول الاحکام، تحقیق احمد شاکر دوسرا ایڈیشن

۵۱- جمہرۃ انساب العرب: تحقیق عبد السلام ہارون، دار المعارف، القاہرہ

۵۲- المحلی فی الفقہ، تحقیق الشیخ احمد شاکر۔ دار الفکر۔

- ابن حمزہ الحسینی: الشریف ابراہیم بن محمد بن کمال الدین الدمشقی۔

۵۳- البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف، المکتبۃ العلمیہ ۱۴۰۰ھ

Marfat.com

- الحمش الحسینی: عداب بن محمود بن ابراہیم بن محمد الحموی

۵۴- دعاوی النسخ فی القرآن الکریم۔ مطبوع علی الآلۃ الکاتبہ (ٹائپ شدہ)

۵۵- رواۃ الحدیث الزین سکت علیہم ائمۃ الجرح والتعدیل، ط: دار الافتاء الریاض

۵۶- العیوب الخلقیہ واثرہا علی عقد النکاح، مخطوطہ

- ابن حنبل: ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الامام (۱۶۴- ۲۴۱ھ)

۵۷- فضائل الصحابہ: تحقیق الدکتور وصی اللہ احمد عباس۔ موسسۃ الرسالہ، توزیع جامعہ ام القری۔

۵۸- مسند الامام احمد، تحقیق احمد شاکر، المکتب الاسلامی ودار صادر

- الخازن، علاء الدین ابو الحسن علی بن محمد بن ابراہیم الشیحی (ت ۶۷۸ھ)

۵۹- لباب التاویل فی معانی التنزیل، مطبوع علی ہامش معالم التنزیل للبغوی۔ ط۔ الحلبی۔

- خان: نواب صدیق حسن خاں قنوجی ہندی (ت ۱۳۰۷ھ)

۶۰- فتح البیان فی تفسیر القرآن، مکتبہ العاصمۃ، قاہرہ

- الخطابی: ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم البستی (۳۸۸ھ)

۶۱- معالم السنن شرح سنن ابی داؤد- تحقیق عزت عبید الدعاس، ط: الحمص ۱۳۸۸ھ

- الخطیب: ابو بکر احمد بن علی بن ثابت (ت ۴۶۳ھ)

۶۲- تاریخ مدینۃ السلام (بغداد) ناشر دار الکتاب العربی، بیروت۔

۶۳- الکفایۃ فی علم الروایۃ۔ مراجعۃ عبد الحلیم محمد عبد الحلیم، تقدیم المحدث الحافظ التجانی، پہلا ایڈیشن۔

- الدار قطنی: ابو الحسن علی بن عمر بن احمد البغدادی (۳۰۶- ۳۹۵ھ)

۶۴- الضعفاء والمتروکون: تحقیق الدکتور موفق عبد اللہ، دار المعارف الریاض۔

- ابو داؤد السجستانی: سلیمان بن الاشعث بن عمرو بن عامر الازدی (ت ۲۷۵ھ)

۶۵- السنن: اعداد و تعلیق عزت عبید اللہ الدعاس، ط: حمص۔

Marfat.com

- ابن الدیبع الشیبانی: ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الیمانی (۸۶۶- ۹۴۸ھ)

۶۶- حدائق الانوار و مطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار، طبعہ قطر- الذھبی ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الکردی الدمشقی (۶۷۳-۷۴۸ھ)

۶۷- تجرید اسماء الصحابہ، دار المعرفۃ، بیروت

۶۸- تذکرۃ الحفاظ تحقیق المعلمی الیمانی، دار احیاء التراث، بیروت

۶۹- سیر اعلام النبلاء، تحقیق شعیب الارناؤط، موسسۃ الرسالہ، بیروت

۷۰- الکاشف فی رجال الکتب الستۃ، تحقیق عزت علی عبید و زمیلہ دار النصر قاہرہ

۷۱- میزان الاعتدال فی نقد الرجال: تحقیق محمد علی البجاوی دار المعرفۃ، بیروت

- الرازی، فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین القرشی الطبرستان (ت ۶۰۶ھ)

۷۲- مفاتیح الغیب۔ اس کا نام تفسیر کبیر بھی ہے۔ دار الکتب العلمیۃ، طہران۔

- ابن رجب الحنبلی: زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن عبد الرحمٰن البغدادی الدمشقی (۷۳۶-۷۹۵ھ)

۷۳- شرح علل الترمذی: تحقیق الدکتور نور الدین عتر دار الملاح ۱۳۹۸ھ

- رضا، سید محمد رشید رضا۔

۷۴- تفسیر المنار۔ ط: الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب- ۱۹۷۲ء

- الزرکشی۔ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر (۷۹۴ھ)

۷۵- البرہان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، عیسیٰ حلبی دوسرا ایڈیشن

- الزمخشری: جار اللہ محمود بن عمر الخوارزمی (ت ۵۳۸ھ)

۷۶- الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل، تحقیق محمد صادق قمحاوی، مصطفیٰ الحلبی ۱۳۹۱ھ

- السخاوی: ابو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن الحافظ (۹۰۲ھ)

۷۷- المقاصد الحسنہ: تحقیق الشیخ عبد اللہ محمد صدیق۔ دار الکتب العلمیہ ۱۳۹۹ھ

- ابن سعد محمد بن سعد بن منیع الزہری البصری (ت ۲۳۰ھ)

۷۸- الطبقات الکبریٰ۔ دار بیروت

Marfat.com

- ابوالسعود: محمد بن محمد العمادی المفسر (ت ۹۵۱ھ)

۷۹- ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم، ط: عبدالرحمٰن محمد قاہرہ۔

- السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر محمد الخضیری الحافظ (ت ۹۱۱ھ)

۸۰- الاکلیل فی استنباط التنزیل، تصحیح عبداللہ محمد الصدیق الغماری، دار الکتاب العربی، قاہرہ

۸۱- تحذیر الخواص من احادیث القصاص، تحقیق الدکتور محمد لطفی الصباغ۔ المکتب الاسلامی۔

۸۲- الجامع الصغیر، تحقیق الشیخ الالبانی۔

۸۳- الحاوی للفتاوی۔ دار الکتب العلمیہ ۱۳۹۵ھ

۸۴- الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المنتثرۃ۔ تحقیق الشیخ خلیل المیس، ط: دار العربیۃ ۱۴۰۴ھ۔

۸۵- الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، دار المعرفۃ، بیروت

۸۶- لباب النقول فی اسباب النزول دار احیاء العلوم، بیروت

۸۷- اللالی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ۔

- ابن سید الناس: محمد بن محمد الیعمری (ق ۷۳۴ھ)

۸۸- عیون الاثر فی المغازی والسیر، دار المعارفۃ، بیروت

- الشافعی: محمد بن ادریس المطلبی القرشی الامام سید العلماء (ت ۲۰۴ھ)

۸۹- الرسالۃ فی اصول الاجتہاد، تحقیق احمد شاکر، پہلا ایڈیشن

- الشوکانی: محمد بن علی الیمانی (ت ۱۲۵۰ھ)

۹۰- ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، دار الفکر، بیروت

۹۱- فتح القدیر الجامع بین علمی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر، ط: مصطفیٰ الحلبی، دوسرا ایڈیشن

۹۲- نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، ط: مصطفیٰ الحلبی: آخری ایڈیشن۔

- ابن الصلاح: ابوعمرو عثمان عبدالرحمٰن الشہر زوری الدمشقی (۵۷۷ - ۶۴۳ھ)

Marfat.com

۹۳- علوم الحدیث: المعروف بمقدمۃ ابن الصلاح، تحقیق دکتور نور الدین عتر ۱۴۰۴ھ
- الطبرسی: الفضل بن الحسن بن الفضل (ت ۵۴۸ھ)
۹۴- مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ط: طہران ۱۳۷۳ھ
- الطبری: ابو جعفر محمد بن جریر، الامام الحافظ (ت ۳۱۰ھ)
۹۵- تاریخ الرسل والملوک: تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، دار المعارف، مصر دوسرا ایڈیشن۔
۹۶- جامع البیان فی تاویل آی القرآن: تحقیق احمد شاکر ط- دار المعارف
الطبرانی: ابو القاسم، سلیمان بن احمد اللخمی الحافظ (۲۶۰-۳۶۰ھ)
۹۷- المعجم الکبیر: تحقیق الشیخ حمدی عبد المجید السلفی، ط: الاوقات العراقیہ
- الطیبی: الحسین بن عبد اللہ بن محمد الحافظ (۷۴۳ھ)
۹۸- الخلاصہ فی اصول الحدیث: تحقیق الشیخ صبحی السامرائی، ط: الاوقات العراقیہ، ۱۳۹۱ھ
-ابن عبد البر: ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد النمری الاندلسی (ت ۴۶۳ھ)
۹۹- الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب مطبوع علی حاشیۃ الاصابۃ
۱۰۰- الدرر فی اختصار المغازی والسیر، تحقیق الدکتور مصطفیٰ البغا،
ط: موسسۃ علوم القرآن، دوسرا ایڈیشن
- عبید، الدکتور فہاد عبد الحلیم
۱۰۱-الوضع فی الحدیث و آثارہ السیئۃ علی الامۃ (ایم، اے، کا مقالہ) جامعہ ام القریٰ مکہ
-العجلونی: اسماعیل بن محمد الجراحی (ت: ۱۱۶۲ھ)
۱۰۲- کشف الخفاء ومزیل الالباس، تحقیق احمد القلاشی، ناشر مکتبۃ التراث الاسلامی حلب۔
- ابن عدی۔ عبد اللہ بن محمد بن عدی الجرجانی، الحافظ (۲۷۷-۳۶۵ھ)
۱۰۳- الکامل فی ضعفاء الرجال۔ دار الفکر ۱۴۰۴ھ پہلا ایڈیشن
-العراقی: زین الدین ابو الفضل عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمٰن الکردی المصری (۷۲۵

Marfat.com

-۸۰۶ھ)
۱۰۴- التبصرة والتذکرة- دار الکتب العلمیہ توزیع الباز- مکہ مکرمہ
-ابن العربی: محمد بن عبداللہ المالکی الاندلسی الامام (۵۴۳ھ)
۱۰۵- احکام القرآن: تحقیق علی محمد البجاوی، ط: عیسی الحلبی، قاہرہ
-ابن ابی العز الحنفی: علی بن علی بن محمد (ت ۷۹۲ھ)
۱۰۶- شرح العقیدہ الطحاویہ، تحقیق، شعیب الارناؤط، مکتبہ دار البیان ۱۴۰۴ھ
- العقیلی: ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسی المکی الحافظ (۳۲۲ھ)
۱۰۷- کتاب الضعفاء الکبیر: تحقیق الدکتور عبد المعطی قلعجی، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۴ھ
-الغزالی: ابوحامد محمد بن محمد الطوسی (ت،۵۰۵ھ)
۱۰۸- احیاء علوم الدین، ط: عیسی الحلبی، قاہرہ
- الفارسی: علاء الدین ابوالحسن علی بن بلبان بن عبداللہ الامیر (۶۷۵- ۷۳۹ھ)
۱۰۹- الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: تحقیق عبدالرحمن محمد عثمان، المکتبۃ السلفیہ ۱۳۹۰ھ
- الفتنی: الشیخ محمد طاہر بن علی الہندی (ت،۹۸۶ھ)
۱۱۰- تذکرۃ الموضوعات- دار الاحیاء التراث العربی ۱۳۹۹ھ
- الفتوحی الحنبلی: محمد بن احمد بن عبدالعزیز المعروف بابن النجار (ت،۹۷۲ھ)
۱۱۱- شرح الکوکب المنیر، تحقیق الدکتور محمد الزحیلی، والدکتور، نزیہ حماد توزیع جامعہ ام القری-
-فلاتہ: دکتور عمر حسن عثمان
۱۱۲- الوضع فی الحدیث- مکتبہ الغزالی- دمشق ۱۴۰۱ھ
- الفیروز آبادی: مجد الدین محمد بن یعقوب الشیرازی (ت،۸۱۷ھ)
۱۱۳- بصائر ذوی التمیز، تحقیق محمد علی النجار، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت
۱۱۴- القاموس المحیط، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ

Marfat.com

- الفیومی۔ احمد بن محمد بن علی المقری (ت، ۷۷۰ھ)

۱۱۵- المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، تصحیح مصطفی السقا، ط : مصطفی الحلبی

- القاری: الملا علی بن سلطان بن محمد الھروی المکی (ت، ۱۰۱۴ھ)

۱۱۶- الاسرار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، تحقیق الدکتور محمد لطفی الصباغ، دار الامانۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ

۱۱۷- شرح نزھۃ النظر فی مصطلح اہل الاثر۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۹۸ھ

- القاسمی۔ العلامہ السید محمد جمال الدین الدمشقی۔ (۱۳۳۲ھ)

۱۱۸- محاسن التاویل، ط: مصطفی الحلبی، قاہرہ

- ابن قانع، الامام عبد الباقی بن قانع بن مرزوق الاموی (ت، ۲۵۱ھ)

۱۱۹- معجم الصحابہ، جامعہ ام القری مکہ مکرمہ کے مرکز البحث العلمی میں میکروفلم

- ابن قدامہ : الامام موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی (ت، ۶۲۰ھ)

المغنی شرح مختصر الخرقی، مع الشرح الکبیر، دار الکتاب العربی بیروت ۱۳۹۲ھ

- القرضاوی، دکتور یوسف

۱۲۱- فقہ الزکاۃ، موسسۃ الرسالہ، دوسرا ایڈیشن ۱۳۹۳ھ

- القرطبی: الامام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری (۶۷۱ھ)

۱۲۲- الجامع لاحکام القرآن، تصحیح احمد البرودنی دار الکتاب العربی ۱۳۸۷ھ تیسرا ایڈیشن۔

- قطب: الشہید، سید قطب ابراہیم (ت، ۱۳۸۶ھ)

۱۲۳- التذکرۃ فی ذکر الموتی واحوال الآخرۃ

۱۲۴- فی ظلال القرآن۔ دار الشروق۔

- ابن القیم الجوزیہ : شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (ت، ۷۵۱ھ)

- ابن کثیر: الامام ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی القرشی (۷۷۴ھ)

Marfat.com

۱۲۵- زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، تحقیق الشیخ شعیب الارناؤط

۱۲۶- البدایۃ والنہایۃ، مکتبۃ المعارف، تیسر اایڈیشن (۱۹۷۹م)

۱۲۷- تفسیر القرآن العظیم، عیسی الحلبی

-الکیا الہراسی: ابوالحسن علی بن محمد الطبری (ت، ۵۰۴ھ)

۱۲۸- احکام القرآن، تحقیق موسی محمد علی وزمیلہ، مطبعۃ حسان، قاہرہ، پہلا ایڈیشن

- ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی الحافظ (۲۰۷،۲۷۵ھ)

۱۲۹- کتاب السنن، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، عیسی الحلبی، مصر،

- ابن ماکولا: ابونصر سعد الملک علی بن ہبۃ اللہ بن علی الخزاعی الامیر (ت۴۷۵ھ)

۱۳۰- الاکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف فی الاسماء والکنی والالقاب ناشر محمد امین درج، بیروت۔

- الماوردی: ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری الشافعی (ت، ۴۵۰ھ)

۱۳۱- ادب القاضی: تحقیق یحی ہلال سرحان، ط: الاوقات العراقیہ (۱۳۹ھ)

- المراغی: الشیخ محمد بن مصطفیٰ بن محمد عبدالمنعم المصری ۱۲۹۹ھ

۱۳۲- تفسیر المراغی- مطبعۃ الازہر ۱۳۶۴ھ

-المزی، جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف القضاعی الدمشقی (۶۵۴-۷۴۲ھ)

۱۳۳- تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، (مخطوطہ کی فوٹو کاپی)

-المسعودی، علی بن الحسین بن علی۔

۱۳۴- مروج الذہب ومعادن الجوہر۔ دار الاندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

- مسلم: الامام مسلم بن الحجاج النیسابوری القشیری (ت، ۲۶۱ھ)

۱۳۵- المسند الصحیح، المعروف، بصحیح مسلم، تحقیق محمد فواد عبد الباقی دار الاحیاء التراث الاسلا العربی، بیروت۔

Marfat.com

-ابن معین: الامام الناقد، ابوزکریا، یحی بن معین المری (ت ۲۳۳ھ)

۱۳۶- التاریخ، تحقیق الدکتور احمد محمد نور سیف ط: جامعۃ ام القری مکہ مکرمہ

۱۳۷- تاریخ عثمان بن سید الدارمی۔ سوالات فی الرجال لابن معین، تحقیق الدکتور سیف۔

۱۳۸- روایۃ ابی خالد الدقاق عن یحی بن معین، تحقیق الدکتور سیف، ط: جامعہ ام القری

-المناوی: الامام عبد الروف بن علی الحدادی (۱۰۳۱ھ)

۱۳۹- الجامع الازہر فی حدیث النبی الانور، مخطوطہ کا فوٹو،
ناشر المرکز العربی للبحث والنشر ۱۴۰۰ھ

۱۴۰- فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تیسر ایڈیشن ۱۳۹۱ھ دار المعرفۃ بیروت

-النسائی، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر الحافظ (۲۱۴-۳۰۳)

۱۴۱- الضعفاء والمتروکون، تحقیق مرکز الخدمات والابحاث الثقافیۃ
ناشر: موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت (۱۴۰۵ھ)

۱۴۲- المجتبی من سنن المصطفی، ط: مصطفی الحلبی، مع شرحہ زہر الربی للسیوطی
پہلا ایڈیشن۔

- ابو نعیم الاصبہانی، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحٰق المہرانی،
الحافظ (ت ۴۳۰ھ)

۱۴۳- دلائل النبوۃ (المنتخب) تحقیق و تخریج عبد البر عباس اور دکتور محمد رواس قلعجی، ناشر: المکتبۃ العربیۃ، حلب، ۱۳۹۰ھ

- النووی: الامام ابوزکریا یحی بن شرف الشافعی (۶۷۶ھ)

۱۴۴- روضۃ الطالبین فی الفقہ الشافعی، تحقیق زہیر الشاویش (المکتب الاسلامی)

۱۴۵- المجموع شرح مہذب الشیرازی، تحقیق الشیخ نجیب المطیعی، پہلا ایڈیشن

۱۴۶- المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج دار احیاء التراث، بیروت

-ابن ہشام: امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (۲۱۳-۲۱۸ھ) کے درمیان۔

Marfat.com

۱۴۷- السیرۃ النبویۃ: تحقیق مصطفیٰ السقا اور ان کے ساتھی، دوسرا ایڈیشن ۱۳۷۵ھ، ط: مصطفیٰ الحلبی۔

-الھیثمی: شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن علی بن حجر السعدی الشافعی (۹۰۹- ۹۷۴ھ)

۱۴۸- الفتاوی الحدیثیہ ـ دار المعرفۃ، بیروت

-الھیثمی: الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر بن عمر ابوالحسن (۸۰۷ھ)

۱۴۹- مجمع الزوائد منبع الفوائد، دار الکتاب، بیروت ۱۹۶۷م

۱۵۰- موارد الظمآن فی زوائد صحیح ابن حبان، تحقیق الشیخ عبدالرزاق حمزہ۔

-الواحدی: امام ابوالحسن علی بن احمد النیسابوری (۴۶۸ھ)

۱۵۱- اسباب النزول، تحقیق السید احمد صقر، دوسرا ایڈیشن۔

الوادعی: الشیخ مقبل بن ہادی الیمانی۔

۱۵۲- الصحیح المسند من اسباب النزول، مکتبۃ المعارف، الریاض ۱۴۰۰ھ

-الواقدی: ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد المدینی (۱۳۰- ۲۰۷ھ)

۱۵۳- المغازی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

-ابن الوزیر، ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم الیمانی (۸۴۰ھ)

۱۵۴- الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ـ دار المعرفۃ، بیروت ۱۳۹۹ھ

☼ ☼ ☼

Marfat.com

ہماری اردو مطبوعات

اتباع سنت اور تقلید
آپ بیتی
آسان طریقۂ حج
اساس دین
اسعاد العباد بحقوق الوالدین والاولاد
اسلام اور پیغمبر اسلام اہل انصاف کی نظر میں
اسلامی تربیت
اسلامی علوم وفنون میں ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ (مجموعہ مقالات سیمینار)
اسلام میں نماز جمعہ کا حکم
اعجاز القرآن
اعضاء کی پیوندکاری
امین الصرف (درسی)
امین الصیغہ ('')
امین الکافی ('')
امین المنطق ('')
امین النحو ('')
امین الھدایہ ('')
انارۃ المصابیح لاداء صلاۃ التراویح
انوار مصابیح بجواب رکعات تراویح
اہل حدیث اور سیاست
بعض اسلام دشمن تحریکیں
پیٹریٹ کے چھاؤں تلے
پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم
تاریخ ادب عربی حصہ اول
تاریخ ادب عربی حصہ دوم
تاریخ ادب عربی حصہ سوم
تاریخ ادب عربی حصہ چہارم
تاریخ اسلام (مختصر)
تردید حاضر وناظر
تعلیم الصلاۃ
تقویۃ الایمان (کامل)
تقویۃ الایمان (درسی)
تقلید اور عمل بالحدیث
تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق
ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ ایک مظلوم صحابی
جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات
جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات
حجیت حدیث : مجموعہ مقالات علامہ البانی
حضرت حسن بصریؒ (حالات وملفوظات)
خاتون اسلام (مجلد)
'' '' (غیر مجلد)
خادم حرمین شریفین اور ان کے ولی عہد حفظہما اللہ
کا حقیقت افروز بیان
خلیجی بحران اپنے صحیح تناظر میں
(مجموعہ مقالات)
دعاء کے آداب واحکام
ردعقائد بدعیہ
رسالت کے سائے میں
رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز
رکعات تراویح کی صحیح تعداد اور علماء احناف
رمضان المبارک کے فضائل واحکام
سرشاخ طوبی (مجموعہ حمد ونعت)
سکھ مذہب
سلفی عقائد
سیرت ابن حزم اندلسیؒ
شریعت کے تین بنیادی اصولوں کی شرح
عالم بشریت کے لئے سیرت طیبہ کی اہمیت
عدد خاص مؤتمر الدعوۃ والتعلیم ۱۹۸۰ء
عدد خاص الموسم الثقافی ۱۹۸۱ء
عظمت رفتہ
عقیدۃ المؤمن
علوی مالکی سے دو دو باتیں
غایۃ التحقیق فی تضحیۃ أیام التشریق
فتنۂ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
قادیانیت اپنے آئینے میں
قبروں پر مساجد کی تعمیر اور اسلام
قرۃ العینین بمسرۃ العیدین
القول الجمیل فی الکشف عن الدلیل
قیاس ایک تقابلی مطالعہ
کتاب الکبائر
کمیونزم اور مذہب
کیا اقلیم ہند میں اشاعت اسلام صوفیاء کی
مرہون منت ہے
گفتار نسیم (مجموعہ کلام منظوم)
ماسونیت ایک تاریخی دستاویز
مجموعہ مقالات سیرت طیبہ کانفرنس
محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں دو متضاد نظریے
مسائل قربانی مع توضیحات عینی
معاویہ بن ابی سفیان
مولانا محمد جوناگڈھی رحمہ اللہ حیات وخدمات
مختصر قواعد اردو
نظم البیان بلطائف القرآن
نفقۂ مطلقہ
نماز جنازہ اور اس کے مسائل
نماز میں سورۂ فاتحہ
وسیلۃ النجاۃ بأداء الصوم والصلاۃ والحج والزکاۃ
وعدۂ برحق

مکتبہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، وارانسی

Marfat.com

Marfat.com

7887

Marfat.com